تاریخ کلکتہ

تذکرۂ اسفار ابتدائیہ قوم انگلشیہ بحدود ہندوستان

مولوی بدرالزمان صاحب سابق اسسٹنٹ ماسٹر جوبلی انسٹیٹیوشن کلکتہ

فرسٹ ایڈیشن

قیمت فی جلد ۱۲؍

DEDICATION.

To

Mrs. E. Denison Ross,

Calcutta.

Madam,

This little book which I inscribe in your name is an attempt at sketching in Urdu the history of Calcutta and an account of the early English voyages and settlements in the East. I do not know, Madam, what reception, it will meet with elsewhere, but that its shortcomings will be sure of indulgence at your hands, I am certain.

I hope you will excuse me for connecting your name with an insignificant production like this, for, in selecting you as the subject of dedication I have but followed the dictates of my feelings.

Your name and that of your noble husband are so inseparably connected with all measures relating to the advancement and progress of the present day Mahammedans of Bengal that it is natural for young Moslems to look to you for help in their efforts, literary and otherwise.

It would be rather out of place to mention here what your worthy husband Dr. E. Denison Ross has done for the Mahammedan Community. I will therefore content myself by simply saying that his praisworthy efforts in the cause of Mahammedan education and progress have earned him the lasting gratuitute of the followers of Islam.

The great interest which you, Madam, have evinced in the welfare of young Moslems ever since you landed on these shores encourages the hope that in you, we see a friend as great and as firm as Dr. Ross himself, and your early connection with the Moslem Institute as Honorary Member and Auditor warrants our thinking so.

Permit me, therefore, to add to the importance of my first literary production by dedicating it to you, and if it is favourably received by the public, you should be more thanked for it than

Your most obedient servant,

BADRUZ ZAMAN,

The Author.

PREFACE.

No task can be more interesting than that of recording the annals of one's birth-place. It was with such feelings of particular gratification that I completed these pages, written during the short intervals in business. In my Urdu preface, I have recorded at full length the circumstances that led to the publication of this volume. I need not, therefore, repeat them here. Suffice it to say I have carefully sifted facts from fiction in this compilation. In my account of the genesis of Calcutta, I have given a legend or two, well known to students of history, and though I am not prepared to vouch for their historical accuracy, I hope they will not fail to prove interesting to my readers. I have given a somewhat detailed account of the early English voyages and settlements, in the East, as an introduction For this account I am chiefly indebted to the writings of Messrs. Murray, Mill and Abdul Karim, B.A. The short sketch of the condition of Bengal during the time of the East India Company has been culled from the works of Sir Roper Lethbridge, Mr. Orme, Professor C. R. Wilson and some other writers. For the history of growth of Calcutta, I had to go to the books of Mr. A. K. Roy, Dr. Busteed, Raja Binaya Krishna Deb and Moulvi Abul Ma'ali Abdur Rauf.

I cannot conclude without expressing my thanks to Dr. E. Denison Ross, and Mr. J. Macfarlane for many valuable suggestions. My thanks are also due to Moulvis A. F. M. Abdul Ali, M.A., and Md. Hedayat Hossain of the Research Department, Asiatic Society, Bengal. To them I owe the loan of several rare manuscripts on ancient Calcutta. I am grateful to Moulana Abdul Hamid, Professor of Arabic and Persian, Doveton College, for his kindly furnishing me with accounts of some of the ancient Mahammedan families and mosques of Calcutta.

I have included in this book short accounts of distinguished Mahammedans of Calcutta and if these pages keep their fame alive I shall be amply repaid for my labours.

BADRUZ ZAMAN.

دیباچہ

"تاریخ کلکتہ" کی اشاعت کا باعث فی الحقیقت ایک اُریجنل ناول ہے جس کا فرضی خاکہ چند روز گذرے خاکسار نے کھینچنا شروع کر دیا تھا۔ خواہش تھی کہ آبائی وطن کا ایک افسانہ لکھون اور خیالی واقعات کے مرتب کرنے کے پیچھے زندگی کے قابل قدر حصہ کے بہت سے وقت کا خون ہوگیا۔ ناول کی بنا تاریخی واقعات پر ڈالی گئی۔ محاربہ پلاسی سے اُس کی ابتدا ہوئی۔ غیر سرکاری تعلیمی صیغہ کی ملازمت کے ہاتھون بہت کم فرصت کا حصہ میرے حصہ مین رہا گیا۔ تاہم دن بھر کی محنت شاقہ کے بعد جسقدر فرصت کا وقت ہاتھ آجاتا اُسے تکمیل خواہش کے نذر کر دیتا۔ یہ امر ظاہر ہے کہ افسانہ نگار طبعزاد واقعات کی ترتیب دیتے وقت اُن کے سلسلہ کو آیندہ واقعات سے ملا دینے کا کوئی منصوبہ پیش نظر نہین رکھتا۔ اس کے ساتھ بھی جس تحیر افزا طریقہ سے سلسلہ تحریر آیندہ واقعات کو پیش کرتا جاتا ہے۔ اُنھین قلم بند کرتے ہوئے جیسی مسرت اُسے حاصل ہوتی ہے خاکسار کی بھی بعینہ وہی حالت تھی۔ ابھی مسودہ ناتمام ہی تھا کہ چند احباب کی خدمت مین خاکسار اپنے ولولہ طبیعت کے جوش کو ظاہر کئے بغیر نہ رہ سکا۔ محنت شاقہ کی داد احبّا نے تو بیشک بہ یک زبان دی مگر ایک قابل دوست نے یہ ریمارک کر دیا "بدر! فرضی اور خیالی واقعات کے پیچھے پڑ کر مفت درد سر خریدتے ہو۔ دار السلطنۃ ہند کے افسانہ کے بدلے اگر اُسکی تاریخ لکھتے تو وطن کی خدمت کرنے کے علاوہ اپنا ایک

فرض منصبی بھی ادا کرتے" سنجیدہ دوست کی رای دل کو بھاگئی اور عنقریب اختتام تک
پہنچنے والے ناول کو چھوڑ کر کلکتہ کی تاریخ کے سواد کے فراہم کرنے مین مصروف ہو گیا۔
امپیریل لائیبریری مین اسکے سامان وافر موجود تھے اور کلکتہ مدرسہ لائیبریری کا بھی بقدر
ممنون ہون۔ ڈاکٹر ایڈ ورڈ ڈینیسن راس اور مسٹر جے مکفارلین صاحبون نے چند
کتابون کے مطالعہ کی ہدایت کی۔ اِن صاحبون کا شکریہ ادا کرتے وقت مین اس کا اظہار
کیئے بغیر رہ نہین سکتا کہ موخر الذکر صاحب کی ہدایت زیادہ تر بکار آمد ثابت ہوئی۔ مشفقی
مولوی ابو الفیض عبد العلی ایم اے اور مولوی ہدایت حسین صاحب متعلق ریسرچ دیپارٹمنٹ
ایشیاٹک سوسائٹی بنگال کا بھی ممنون ہون جنہون نے اس دار السلطنۃ کے متعلق
چند قدیم رسالے بہم پہنچائے۔ کچھہ کم ممنون مولانا حافظ محمد عبد الحمید صاحب حمید
محمڈن ہیرج رجسٹرار و پروفیسر عربی و فارسی ڈڈٹن کالج کا بھی نہین ہون جنہون نے
تکلیف فرما کر چند۔ قدیم خاندان و مساجد کے حالات مہیا کر دیے۔ اور کلکتہ کے چند سبر آوردہ
مرحوم بزرگون کی وفات کی اپنی مصنفہ تاریخین بھی عنایت کین جو مندرج کتاب ہذا
ہین۔ فرقہ انگلشیہ کے اوائل اسفار و سیاحت کے حالات کا بیان خاص خاکسار
کی طبیعت کی تحریک کا نتیجہ ہے۔ ان اسفار کو تاریخ کلکتہ کی تمہید قرار دینا بدین خیال
مناسب سمجھا گیا کہ حدود ہندوستان سے انگریزون کے قدیم تعلقات بوضاحت روشن ہو جائین
ناظرین کو البتہ سخت حیرت ہوگی کہ کلکتہ کے اصلی رکن یعنے نواب سراج الدولہ کے
واقعات زندگی بجز چند نوٹون کے کہ درج حواشی ہین بالکل نظر انداز کر دیے گئے۔
نوجوان نواب کی سوانح عمری کلکتہ کی تاریخ مین بیشک ایک امر اہم ہے۔ مرد میدان
کارزار علی وردی خان کے بعد کچھہ دور تک تو اُسکے دلیر نواسے کے حالات زندگی پر

بحث کرنی تھی - ناظرین کو معلوم ہو کہ ان اوراق کے مسودہ کرنیکے سلسلہ مین بیشتر حصہ میرے وقت کا نوجوان نواب کے حالات و واقعات زندگی کی تلاش مین مصروف رہا اور اسکے شباب کی نیرنگیون اور اسی زمانہ کی گردش ایام کی بے مہریون اور حوادث فلک کجمدار کی دست درازیون اور سنگخوارون کی ہمکھراسیون کو کچھ اس توضیح و تشریح کے ساتھ مسودہ کیا ہے کہ وہ تحریر بیرون از قیاس مطول ہوگئی - احبا کی رائے یہ ہوئی کہ سراج الدولہ کے متعلق اوراق یکقلم اوراق موجودہ سے الگ کر دیئے جائین اور ایک اور کتاب موسوم بہ "سوانحعمری سراج الدولہ" شائع کردی جائے - چند وجوہ سے خاکسار کو اُن کی رای سے اتفاق کرنے مین تامل نہوا - اور انشاء اللہ المستعان عنقریب "سوانح عمری سراج الدولہ" اور "اسرار کلکتہ" مطبوع ہو کر نذر ناظرین ہون گے -

موجودہ اوراق کی اشاعت سے خاکسار کو بیشک اسکی بڑی مسرت ہے کہ اُس نے اپنے وطن کے محبون اور حامیون کے نامون اور کارنامون کو زیور بقاو شہرت سے آراستہ کرکے پبلک مین پیش کیا اور چند ایسے قدیم بزرگون کے نام بھی جو بحر گمنامی مین غرق ہو چکے تھے پھر نئے سر سے ابنائے وطن کو یاد دلا دیئے - ملک یا محبان وطن سے اگر خاکسار کو اُسکی جانفشانیون اور دیدہ ریزیون کی داد نہ ملی تو اس کا اُسے مطلق ملال نہوگا اسلئے کہ سلف صالحین اور گذرے ہوئے بزرگان دین اور بہی خواہان قوم و وطن کے مفخر اور مقدس نامون کے تازہ کرنے سے جیسی تحیر افزا مسرت اُس کا دل محسوس کرتا رہیگا شاید ہی کسی ایسے قسم کا ملال اُسکے مسرور الحال دل پر اثر کر سکے -

خاکسار بدر الزمان

تمہید

شاہ جہان کی ایک نور دیدہ کے آگ سے جل جانے نے انگریزون کی قسمت کے ستارے کو ہندوستان مین کچھ عجیب طرح سے چمکایا۔ اس واقعہ کو اُس زمانہ سے تعلق ہے جسوقت صوبہ بنگالہ کی عنان حکومت سلطان شجاع کے ہاتھ مین تھی۔ ایک منحوس گھڑی مین یون اتفاق ہوا کہ شاہجہان کی ایک چہیتی بیٹی کے کپڑے مین آگ لگ گئی آگ اس بلا کی تھی کہ یہ لاڈلی شہزادی بہت بری طرح جل گئی۔ سورت کے انگریزی کارخانے سے ایک انگریز ڈاکٹر فوراً طلب کیا گیا۔ جس کا نام مسٹر بوٹن تھا یہ بہت سرعت کے ساتھ شاہی فرودگاہ مین حاضر ہوا۔ اور نہایت سرگرمی سے علاج مین مشغول ہوا اس لایق اور ہونہار ڈاکٹر کے نصیب نے کچھ ایسی مدد کی کہ مہرالنسا تھوڑے ہی عرصے مین پوری طور پر صحتیاب ہو گئی۔ اور یہ مژدہ جان فزا شاہجہان کو پہونچایا گیا۔ اب شاہجہان کی خوشی کی کوئی انتہا نہ تھی۔ اُس نے اس خدمت کے صلے مین ڈاکٹر کو حسب خواہ انعام دینے کا وعدہ ظاہر کیا۔ ڈاکٹر مذکور نے اس موقعہ کو من جانب اللہ تصور کر کے نہایت عجز و انکسار کے ساتھ مودبانہ گزارش کی

کہ میرے ہم وطنون کو بلا کسی قسم کی مزاحمت کے بنگالہ مین تجارتی تعلقات قائم کرنیکی اجازت ملے ساتھ ہی ساتھ محصول معاف ہو جانے کی بھی التجا کی۔ اُسکی ان جانفشانیون کے صلے مین فیاض شہنشاہ ہند کو اُسکی تمنا کے پورا کرنے مین ذرہ بھی تامل نہوا ایک سند بصورت فرمان ڈاکٹر مذکور کو عنایت کی گئی۔ جسے وہ اپنے ہمراہ لیکر بنگالہ مین سلطان شجاع کی خدمت مین حاضر ہوا یہ صوبہ دار بڑے تپاک کے ساتھ اُس سے ملا اور اُنکی تجارتی تعلقات کو ملکی تک وسعت دینے کی بخوشنودی تمام رضا دی شاہ جہان کی دختر نیک اختر کو آگ سے جلکر صحتیاب ہوئے ابھی چندان زمانہ بھی نہ گذرا تھا کہ بنگالہ مین ایک دوسرا حادثہ جو اُس سے کچھ کم جگر خراش نہ تھا وقوع مین آیا۔ سلطان شجاع کے حرم سرا مین ایک بیگم جسکے حسن خداداد کا سلطان جان و دل سے گرویدہ ہو رہا تھا اور جو عنقریب اس صوبہ دار کے عقد مین آنیوالی تھی یک بہ یک مرض شدید مین مبتلا ہو گئی۔ اور چند ہی لمحہ مین اُسکی حالت کچھ ایسی ابتر ہو گئی کہ جان بری کی کوئی صورت نظر نہ آتی تھی۔ اسکے چاہنے والے پر اسوقت قیامت ٹوٹ پڑی اور عالم اضطراب مین اپنی محبوبۂ دلنواز کے معالجہ کے لئے کسی حاذق حکیم کی تلاش کرنے لگا۔ حسن اتفاق سے اس مریضہ راجپوت شہزادی کا معالج بھی یہی ڈاکٹر بوٹن مقرر ہوا۔ ڈاکٹر کا ستارہ اوج پر تھا بخت کی رسائی سے اس موقعہ پر بھی اُسکے دست شفا نے پورا پورا اثر مسیحائی دکھایا۔ اور صوبہ دار بنگالہ کی عزیز محبوبہ پوری طور پر صحتیاب ہو گئی۔

اب سے تو اس کمپنی پر شہنشاہون کی طرف سے گویا الطاف خسروانہ اور عنایات کریمانہ کا مینہ برسنے لگا۔ آن کی آن مین ہو گئی اور بالا سر مین انکے کارخانے

قائم ہوگئے اور بغیر کسی قسم کے محصول کے اجناس منگائے اور بھیجے جانے لگے خصوصاً شورہ کا چالان کرنے مین جو اُن دنون بہت ہی بیش قیمت جنس تھا انھین پوری آزادی حاصل تھی۔

قبل اسکے کہ بنگالہ مین کمپنی مذکورہ کی شان عروج مع اُسکی روزافزون ترقیون اور سراسر دور اندیشی پر مبنی کارروائیون کے پیش ناظرین کی جائے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اسکی پیدایش کے حالات سے بھی بالتشریح ناظرین کو وقفیت دی جائے اسلیئے کہ یہی "ایسٹ انڈیا کمپنی" وہ کمپنی ہے جو کلکتہ کی تاریخ مین ایک مہتم بالشان یادگار رہیگی خصوصاً بدنصیب مسلمانان ہند کے زمانہ تنزل مین اسکا عروج ایک حسرتناک عبرت رہیگا۔ نیز اس کمپنی کی ابتدائی سوانح سے یہ امر واضح ہوجائیگا کہ ہمت استقلال۔ بے غرضی۔ صبر۔ حلم۔ نفس کشی وہ جوہر ہین جن سے ایک چھوٹی سی جماعت بھی ایک وقت ایک عظیم الشان حکومت پر اپنا تسلط جمالے سکتی ہے اور بالآخر خود مختار حکمران بھی بن سکتی ہے۔

اوائل اسفار اہل برطانیہ بہ علاقہ ہندوستان ٭

برطانیہ عظمےٰ کی بحری سیر و سیاحت کی صبح صادق نمودار ہوتے ہی اُس تجارتی دولت کے سرچشمہ یعنی ہندوستان جنت نشان کیساتھ سلسلہ تجارت قائم کرنیکا خیال سب سے پہلا اور اصل مدعا انگریزون کو متصور ہوا تھا۔ اس مین کلام نہین کہ اس ارمان بھری تمنا مین بہت سی غلطیان بھی راہ پاگئی تھین روشن خیال اور اعلیٰ دماغ کے ایک گروہ نے اس امر کو پایۂ ثبوت تک پہونچا دیا ہے کہ کسی قسم کی تجارت سے

بھی باب فلاح اسقدر جلد باز نہین ہو سکتا جس قدر زراعت اور دستکاری سے ہوتا ہے کہ ملکی تجارت بوجہ جلد جلد اور پے در پے معاودت کرنیکے تجارت خارجیہ سے کہین زائد منفعت بخش ہے اور کہ ممالک متصلہ کے تجارتی تعلقات ممالک منفصلہ کی نسبت کہین زیادہ نافع ہین۔ لہذا ایک ایسی تجارت جس کا مرکز تحت الارض (antepodes.) مین واقع ہو بجز اسکے کہ ایک متمول جماعت کے کچھ بیکار سرمایہ کو ضائع کرے اور کوئی بکار آمد نتیجہ پیدا نہین کرسکتی بااین ہمہ اس مین کچھ ایسی باتین بھی تھین کہ انگریزون کے دل مین تجارت کا خیال پیدا ہوتے ہی ہندوستان کی تجارت نے اُن کی نظرون مین ایک خاص چمک پیدا کرلی۔ اسوقت ہندوستان کے اصل اجناس تجارت کے درمیان نہایت بیش قیمت کپڑے تھے جو ممالک مغربی مین اسوقت تک نہ بن سکتے تھے علاوہ خوشنما موتی۔ آبدار ہیرون اور قسم قسم کے بیش بہا جواہرات کے خوشبو دار مصالح بھی پیدا ہوتے تھے۔ جس اعلےٰ پیمانہ پر انکی کارروائیان انجام پاتی گئین اور جیسی بڑی منفعت انھین حاصل ہوتی رہی اُن سے انکی تجارت کچھ ایسی مہتم بالشان ہوگئی کہ ابتک یورپ کی اندرونی تجارت سے کبھی ظہور مین نہ آئی تھی۔ وہ نامعلوم فاصلہ اُس سرزمین کا جو تجارتی منصوبہ کا مرکز بننے والا تھا اور الم و مصائب کا وہ مسلسل مینھہ جو عنقریب انپر برسنے والا تھا بجائے انکی ہمت پست کرنیکے رہوار اشتیاق کے لئے تازیانہ کا کام دے گیا۔ اور سبھون کا دل اس عظیم الشان اور جرأت طلب مہم کے سر کرنے مین ہم رائے اور ہمخیال ہوگیا۔

ہندوستان مین انگریزون کی آمد بیان کرتے ہوئے یہ کہدینا بے محل نہوگا

کہ اس سے سالہا سال پیشتر انگلستان سے ہندوستان تک کے ایک بحری سفر کا پتہ قدیم تواریخ سے بھی پایا جاتا ہے۔ ولیم آف مالسبری کی جدا جدا تاریخ کے دو مقامات سے حالکوت یون نقل کرتا ہے کہ ۸۸۳ء مین شہنشاہ الفریڈ نے شہر برن کے پادری شاگیل کو بلاد مشرق کی سمت سینٹ ٹامس کے مزار پر نیاز چڑھانیکی غرض سے روانہ کیا تھا۔ کہا جاتا ہے کہ اس ذمہ داری سے یہ بشپ نہایت ہی کامیابی کے ساتھ سبکدوش ہوا۔ اور واپسی کے وقت اس شہرۂ آفاق ملک سے اپنے ہمراہ بہت سا بیش قیمت زر و جواہر اور خوشگوار مصالح بھی لیتا گیا۔ واقعات مذکور کے درج تواریخ کرتے وقت یہ بھی ایزاد کیا گیا تھا کہ اُسوقت بھی اشیاء مذکور کا کچھ حصہ کلیسٔہ شہر برن مین موجود تھا ایسے ایک مقدس امر دینی کا انجام دلانا بیشک اُس شہنشاہ کو سزاوار تھا جسکے خیالات اُس زمانہ کے لحاظ سے جب اُسکے سر حکمرانی کا سہرہ بندھا ہوا تھا نہایت ہی اعلےٰ اور وسیع تھے بلکہ مورخون نے جہانتک تسلیم کیا ہے اُن سے بھی بڑھکر روشن اور اعلیٰ تھے مگر ایسے ناتشفی بخش بیانات سے اسکا اندازہ کرنا نہایت مشکل ہے کہ آیا اُس زمانہ مین ایسے دور و دراز ملک کی مسافت طے کرنی کیا واقعی ممکن تھی۔ ؟ واقعہ مذکور کو سربسر غلط نہ ٹھہراکر یہ قیاس تو ضرور لگایا جاسکتا ہے کہ بحر وسطی کے مشرقی ساحل تک تو یہ پادری ضرور پہونچ سکتا تھا جس مقام پر اشیاءے ہند کسی نہ کسی راہ اور کسی نہ کسی صورت سے پہونچ ہی جایا کرتی تھین۔

ایڈورڈ ششم کا دور سلطنت اور ملکہ ایلزبیتھ کے عہد حکومت کا وہ زمانہ ہے جسمین محنت اور مشقت خصوصاً بحری کوششون مین وہ یادگار تحریک پائی جاتی ہے جس سے اہل انگلستان

کو روز افزون فروغ اور بے پایان عظمت حاصل ہوتی ہے۔ اس کنواری شہزادی کے
تخت پر جلوہ افروز ہونیکے پیشتر اہل فلامنگس برطانیہ والون سے فن دستکاری
مین کہین بڑھے ہوے تھے۔ اطالیہ والون کو جہازرانی مین سبقت حاصل تھی اور ہسپانی
و پرتگالی کی فوقیت کا حال پوچھنا ہی کیا تھا۔ موخر الذکر دو اقوام کے انگریزیون ہی
دشمن ہو رہے تھے اسپر بلاد مشرق مین ایک کی آمد و رفت کی ایک جدید راہ نکالی
اور دوسرے کی مغرب مین ایک نئی دنیا دریافت کرنی انکی کچھ ایسی لازوال شہرت تھی
کہ انگریز انھین اور بھی رشک وحسد کی نگاہ سے دیکھنے لگے تھے۔
یون تو گویا عالم انکشاف اور انتظام مملکت مین انکا سکہ پہلے ہی سے جم چکا
تھا اُسپر جب کسی غیر قوم نے انکے تعلقات اور حدود مین قدم جمانیکی کوشش کی یا رخنہ
اندازی کا ارادہ کیا تو یہ فوراً نہایت جوش خروش اور پوری مردانگی سے انھین نکال
باہر کرنے کے لئے اور اپنے مقبوضات کو اُنکے ناجائز حملون سے بچانے کے لئے
کمر ہمت چست باندھکر تل پڑے۔ پس اہل انگلستان کو اپنے دلی شوق کے
اُبھارنے سے ایک ایسی زندگی مین قدم رکھتے وقت صرف دور دور از ممالک کی سیاحت
کی ناقابل برداشت تکلیفین اور صعوبتین ہی نہ جھیلنی تھی بلکہ ساتھ ہی ساتھ دو ایسے
زبردست اور عظیم الشان سلطنتون کی مستحکم رکاوٹ اور زبردست مقابلہ کا بھی
سامنا کرنا تھا جو بحری دنیا کو اپنے دست قدرت مین لئے ہوئے تھین مگران دشواریون
سے فرقہ انگلشیہ بھلا کب ہمت ہارنے والا تھا خصوصاً اُس زمانہ مین جبکہ ہوائے انکشاف
صرف سوداگرون کے گروہ ہی تک محدود نہ تھی جنکی کل کارروائیان اور جملہ امور
سراسر دور اندیشی اور خالصاً پیش بینی پر مبنی تھے بلکہ کل درباری امرا اور اعلی منتظمان

ملک کا دل اور سارے جانباز اور جری سپاہیون کا دماغ بھی اسی ایک ولولہ سے بھرا ہوا تھا۔ ملکۂ ایلزبیتھ کے سایۂ عاطفت مین ایسے ایسے قابل اشخاص کا گروہ پیدا ہوا جو شاید ہی کبھی مطلع تواریخ مین نور افشان ہوا ہو۔ معدن علوم وفنون کے اس گروہ نے ایک ایسی راہ سے ہندوستان پہونچنے کی تجویز سونچی جس راہ کو نہ تو ابتک پرتگالیون نے جانا تھا اور نہ اس راہ مین اُن قوی دشمنون سے مٹ بھیڑ ہونیکا اندیشہ تھا۔ بر اعظم ایشیا کی شمالی سمت انکی پہلی کوشش کا رُخ ہوا۔ مگر افسوس راہ مذکورہ کی نسبت ان کا علم زمانہ سابقہ کے ڈچون کی طرح کیا اُسکی نامعلوم وسعت اور کیا برف سے ڈھکے ہوئے ہونے کے لحاظ سے سراسر لاعلمی اور ناواقفیت پر مبنی تھا اس مہم کو جس کے سر کرنے کو جانباز تجارت پیشہ سیاحون کی ایک جماعت مع تین مضبوط جہاز کے سر ویلیم ویلوبائی کے ماتحت روانہ ہوئی بدقسمتی سے سابقہ پڑا بلاخیز طوفان انھین ساحل لیپ لینڈ کی طرف بہا لے گیا اور موسم گرما کی ابتدا مین یہ بہادر رکپتان مع اپنے جانباز ساتھیون کے برف کی شدت سہہ اور فاقہ کے صدمات جھیل جھیل کر نذر اجل ہو گیا۔ صرف ریچرڈ چانسلر خوبی قسمت سے ایک چھوٹی سی کشتی پر بہتا ہوا بحر ابیض کو نکل گیا اور پھر وہان سے بہ دستور امواج کے تھپیڑے کھاتا ہوا ماسکو مین داخل ہوا۔ اس مقام پر پہونچکر اسنے دربار روس مین سلسلۂ آمد و رفت اور مراسم ارتباط بھی پیدا کر لیا۔ یہ ایک ایسی بات تھی جس سے مغربی اقوام مین سے ایک فرد بھی اسوقت تک ممتاز نہین ہوا تھا۔ مہم مذکور کے حسرت ناک انجام کے بعد پھر انھین بحور مین اور بھی بہت سے سیاح تاجرون نے ہاتھ پاؤن مارے۔ اور بڑی بڑی دلیرانہ کوششین کین مگر ایک کو بھی ساحل مراد تک پہونچنا

نصیب نہوا۔ بالآخر ہمت ہار بیٹھے اور اس کوشش سے مُنہ موڑ لیا۔ اسکے بعد روس اور ایران کی دوسری جانب سے ہند مین تجارتی تعلقات قائم کرنیکی ٹھانی گئی مگر اس دشوار امر کی سر انجام دہی مین بہت سے روپے ضایع اور بڑی بڑی کوششین نا اُمیدی کے نذر ہوئین۔ کمپنی کے اکثر گماشتے بحر اخضر کو عبور کر کے فارس اور بخارا (دار السلطنت تاتار) تک بھی پہونچے مگر آخرش اُنپر یہی ظاہر ہوا کہ کیا بحری اور کیا برّی سفر کی تجارت اُن مصارف تک کو ادا نہین کر سکتی جو مال تجارت کے طول طویل اور پیچیدہ راہون سے لانے مین صرف ہوتے ہین۔ اسکے علاوہ جیسے جیسے وحشی اور جنگ جُو اقوام کے سرحدون سے گذرنا اور مہلک خطرات اور جان جوکھم کا سامنا کرنا پڑیگا وہ ایک اور آفت ہے۔ اور بالفرض اگر ہندوستان تک کا سفر بحسن وخوبی کامیابی کے ساتھ انجام پایا بھی جب بھی اجناس تجارت ہرگز اُسقدر ارزان نہین لائے جا سکتے جسقدر کہ ایران اور شام سے براہ راست حلب مین لائے جا سکتے تھے۔

مابعد کی جستجو کا رُخ امریکہ کے مغربی وشمالی سواحل آرٹک کی طرف پھر ااس قدیم زمانہ مین برِ اعظم مذکور کا اختتام ایک وسیع عرض البلد پر جو کسی راس سے ملا ہوا تھا سمجھا جاتا تھا۔ جس کو طے کر کے بحری سیاح بحر جنوب مین داخل ہو کر براہ راست مشرقی ایشیا اور ہندوستان کے زرخیز سواحل پر نکل آ سکتے تھے۔ اس ارادہ کے پورا کرنے مین قابل اور کار آزمودہ سیاحونکی متواتر کوششین کام مین آئین کیبٹ ڈیوس۔ ہڈسن۔ فاربشر سے نامور اور جہاندیدہ اشخاص نے یکے بعد دیگرے پے در پے اس مہم کے سر کرنیکا بیڑہ اُٹھایا۔ (ناظرین سعی مذکورہ اسوقت تک

یہ دستور جاری ہے گو اسکے انجام دینے پر دیگر اشخاص مصروف ہین) اسمین کلام نہین کہ ان دلیرانہ کوششون مین ہمت نہ ہارنے والے بہادرون کے ان افراد نے شجاعت اور مردانگی کا نمایان ثبوت دنیا کے سامنے پیش کیا نیز انکی نظرون نے سلسلۂ جستجو مین سواحل کی دلفریب سبزی اور وحشی اقوام کی عجیب و غریب صورتین اور انکی طرز معاشرت کا دلچسپ نظارہ بھی کیا مگر ان اطراف و جوانب سے ہند تک پہونچنے کی کوئی ممکن القطع راہ دریافت کرنے مین یہ بالکل قاصر رہے سمت جنوب سے براعظم ایشیا مین داخل ہونیکی علی التواتر کوششون کی ناکامی نے بالآخر انگریزون کی توجہ کو راس الرجا کی طرف مبذول کیا۔ اب انھین اس کا کامل یقین ہوگیا کہ ہندوستان سے اگر تجارت کرنے مین نفع ہے تو بس اسی ایک راہ کے ذریعہ سے ہے۔ بحری سیاحت کے اس صدر باب پر بلا شرکت غیر فلپ ثانی کو جو اسوقت پرتگال کے تخت پر مسندنشین تھا حقوق حاصل تھے اور اور اکتشاف منفصلہ پر اس زمانہ کی رسم مروجہ کے مطابق ایسے اختیارات روا رکھنا ناجائز نہین سمجھا جاتا تھا۔ انگریزی حکومت ایسے زبردست فرمانروا سے پیش از وقت چھیڑ چھاڑ یا مقابلہ کرنے مین ڈرتی تھی اور ربسا اوقات اس کے پیشتر دیکھا جا چکا تھا کہ جب کبھی انگریزون کا کوئی غیر مسلح جہاز یکہ و تنہا سواحل پرتگال یا پرتگالیون کے افریقہ اور امریکہ کی نو آبادیون سے گذرنے پر مجبور ہوا تو انکے زبردست حملون سے بمشکل جان بچا کر بھاگنا پڑا۔

بحری سیاحون کے خیالات کو ابھی وسعت اور منصوبہ سیاحت کو ترقی ہوئی ہی تھی کہ ان کی بحری طاقت دن بدن ترقی کرتے دکھائی دینے لگی۔ ایک

نئی راہ خود بخود سوجھ گئی جس سے انکے خوفناک دشمن اگر انھین نکال باہر کرنیکی
سعی بیدریغ کرتے جب بھی ناکام رہتے۔ مسٹر ڈریک نے جو ممالک امریکہ اور
انکے سواحل پر اپنی دلیرانہ کارروائیون کے نمایان اظہار سے شہرت حاصل کر چکا
تھا۔ بحر جنوب مین داخل ہونیکا مستقل اور مصمم ارادہ کیا۔ اسکے قبل کی دیگر مہمون
کے کل فراہم کی ہوئی دولت پانچ مضبوط جہاز کے طیار کرنے مین جنھین اس مہم مین
ہمراہ لانیوالا تھا اُسنے صرف کر ڈالی۔ ان جہازون کو دلچسپ ساز و سامان سے
آراستہ کرنے مین کوئی دقیقہ اُٹھا نہ رکھا تھا۔ نہایت بیش قیمت اور نادر شیاسے
یہ بھر دیے گئے۔ انگریزی صنعت کے اعلیٰ درجہ کی جنسون سے وہ پر ہوئے۔ خوش الحان
اور خوش گلوگویون کی ایک جماعت بھی ہمراہ لے لی گئی۔ المختصر اُس نامعلوم
خطہ کے باشندون کو جہان کے یہ عازم تھے محو حیرت اور پیکر تصویر بنانے اور
اُنکی دلچسپی اور اشتیاق بڑھا کر اپنی طرف مائل کرنے کے لئے نادر اور عجوبہ
روزگار سامان ہمراہ لینے مین کوئی بات اُٹھا نہ رکھی گئی

۱۵۷۷ء کی تیرہوین دسمبر کو یہ سیاحی بیڑا پلیمتھ سے روانہ ہوا اور دوسرے
سال کے ماہ اگست مین آبنائے مگلین کے ٹھیک بیچون بیچ سے گذرتا ہوا ساحل
کالی فورنیا سے جسکے دریافت کرنیکے یہ مدعی بھی ہین اور جو اسوقت نیوالبین
کے نام سے پکارا جاتا ہے پہونچا۔ اب سیاحون نے بحرالکاہل کو طے کرکے جزائر ملاکس
سے ہوتے ہوئے برِ اعظم ایشیا مین پہونچنے کا ارادہ کیا۔ بیڑا انکو کہین دم
لئے بغیر بحرالکاہل کو عبور کرکے جزائر ملاکس مین آنکلا آخر الذکر مقام کی
پیداوار باشندگان مغرب کی مرغوب دل چیزین تھین اسوقت

فرمانروائے ٹارنیٹ اور پرتگالیون کے مابین گہری عداوت اور تنازع تھا۔ لہذا اول الذکر نے انگریز بحری سیاحون کو بخندہ پیشانی خوش آمدید کہا اور کمال توجہ دلی کے ساتھ انکی خاطر و مدارات مین مصروف ہوا۔

ناظرین! یہ وہ سیاح ہین جنھون نے سب سے پہلے ہندوستان مین تجارت کی وہ بنیاد ڈالی تھی جس کا سلسلہ آج ایک چشمۂ روان کی طرح جاری ہے سیاحین مذکورین ساحل جاوا سے ہوتے ہوئے اور بر اعظم ایشیا کے کسی حصے پر قیام کیئے بغیر سیدھے راس الرجا (گوڈ ہاپ) پر آنکلے اور یہان سے ۱۵۸۰ء کی چھبیسوین دسمبر کو مع الخیر پلیمتھ واپس آئے۔ اس بیڑے کو پورے دو سال دس مہینہ کا عرصہ سفر مین گذرا۔ ان کے ہموطن جو اتنی مدت تک چشم اشتیاق وا کیئے راہ تک رہے تھے۔ عجیب مسرت دلی سے انکے استقبال کو دوڑے اور وہ واقعی قابل دید خوشی تھی جس سے فرط انبساط مین خوش آمدید و بازآمدید کا پر جوش نعرہ بلند کیا گیا اور دوڑ دوڑ کے بچھڑے ہوؤن کے گلے ملے۔ اس کٹھن اور دشوار سفر کے بحسن و خوبی انجام پانے سے انگلستان نے اپنی بحری شہرت کو معراج کمال کا درجہ حاصل کرتے سمجھا ملکۂ ایلزبتھ نے کچھ ذرا سا احتیاطی توقف کے بعد بہ ذات خود جہاز پر تشریف لاکر اس گروہ کو اپنی ملاقات کا شرف بخشا اور زبان خاص سے انکی غیر معمولی جرأت اور بے پایان استقلال کی داد بھی نہایت ہی مناسب اور تلے ہوئے الفاظ مین دیکر حوصلہ بڑھایا اور نائٹ کے لقب سے سبھون کو ممتاز کر کے عزت افزائی کی۔

مسٹر ڈریک کے اس کامیاب سفر نے دیگر افسرون کو اسکے نقش قدم پر چلنے کی

ترغیب دلائی۔ ٹامس نامی سفک کا ایک متمول رئیس اپنی ساری جائداد فروخت کرکے بحر جنوب کے سفر کے لئے آمادہ ہوا ۱۵۸۶ء کی اکیسوین جولائی کو یہ پلی متھ سے روانہ ہوا اور سال آیندہ کی ابتدا مین جنوبی امریکہ پہونچا۔ اسکے بعد بحر کاہل کو طے کرتا ہوا **گوہان** کی سمت آنکلا اور یہان سے سیدھا جزائر فلیپائن کو گیا۔ ان جزیرون کی زرخیزی اور شادابی نے اُسکی نظر کو خیرہ کردیا۔ اُنکی وسعت دیکھکر وہ محو حیرت ہو گیا۔ یہان کی دلفریبی اُسے کچھ ایسی بھاگئی کہ چندے وہان قیام کیا۔ اثنائے قیام مین اجنبی باشندون سے سلسلۂ ارتباط پیدا کرلیا اور اہل ملک نے اُسے اور اُسکے ہمراہیون کو اُن سپاہیون پر جو اُنکے جزائر پر قابض ہوچکے تھے بدرجہا ترجیح دی۔ کچھ دنون کے بعد مقام مذکور سے یہ لوگ روانہ ہوئے اور ملاکس کا سفر کرتے ہوئے فلارسیس اور سمباوا سے گذرے بلکہ شہزادگان جاوا سے یہان تک دوستانہ مراسم بڑھائے کہ آپس مین ایک دوسرے سے بے تکلف خط وکتابت کرنے لگے۔ اسکے بعد ڈریک کی طے کی ہوئی راہون سے بحسن و خوبی اپنے سفر کو تمام کرتے ہوئے ۱۵۸۸ء کی ماہ دسمبر کو بخیریت تمام انگلستان واپس آئے۔

گو فرقۂ انگلشیہ نے مذکورہ بالا اسفار و سیاحتون کو نہایت ہی کامیابی کیساتھ انجام دیا اسکے ساتھ ہی تجارت کا اعلیٰ نمونہ اسوقت قرار دینا سراسر مبالغہ سے کام لینا تھا مگر چونکہ شوق اکتشاف اب بڑے زورون سے دامنگیر ہو چلا تھا اور انکشاف کی امنگون سے ہر شخص کا دل بھرا ہوا تھا لہذا انگریزون کی جماعت کی توجہ اب ایک اور سہل راہ دریافت کرنے کی طرف مصروف ہوئی

جو اسوقت تک کسی کو بھی نہ سوجھی تھی۔ سب سے پہلے بحیرۂ روم کو عبور کرکے ساحل شام پر لنگرزن ہونا پھر حلب و بغداد سے ہوتے ہوئے خلیج فارس پر نکلنا اسکے بعد آرمز کی جانب سے ہوتے ہوئے ساحل ملیبار تک پہونچنا چاہا۔ مسٹر اسٹون جس نے ایک پرتگالی جہاز پر گوآتک کا سفر کیا تھا اس خطہ کی زرخیزی اور پیداوار کی نسبت ایک دلکش فوٹو بذریعہ تحریر ایک خط مین کھینچکر اپنے وطن کو بھیج چکا تھا۔ اس خط مین شہر مذکور کے مناسب موقع اور محل سے واقع ہونیکو اُسنے بیان کیا تھا اور اُن اسباب و مواقع کو بھی واضح طور پر بتایا تھا جو تجارتی تعلقات قائم کرنے کے لئے وہان مہیا تھے۔ نیز اُن بے انتہا آزادیون اور حقوق کا تذکرہ بھی قلم انداز نہین کیا تھا جو خطۂ مذکور مین ہر قوم اور ہر مذہب و ملت کے لوگون کو حاصل تھے۔ جماعت مذکورہ کی روانگی کے وقت اُنکے دو اعلیٰ رُکن جان نیوبری اور نٹریف کو فرمان روائے انگلستان کی طرف سے دو خط ملے تھے جن مین سے ایک تو شہنشاہ اکبر کے حضور مین بھیجا گیا تھا جو اُسوقت "جلال الدین اکبر بادشاہ کیمبے" کے لقب سے ملقب تھا مضمون خط سراپا ایک التجا تھا جو نہایت عجز کے ساتھ مہذب پیرائے مین ادا کیا گیا تھا مودبانہ التجا کی گئی تھی کہ دور دراز ملک کے ان پردیسیون کے ساتھ جو اُنکے ممالک مین بغرض تجارت جارہے ہین۔ رحیمانہ و کریمانہ برتاؤ کیا جائے ساتھ ہی ساتھ ان عنایات کریمانہ کے صلہ مین اُنکی طرف سے بھی اُس غیور شہنشاہ کی رعایا کے حق مین اُسی انداز کی امداد سے بیش اُنکی آمادگی بھی ظاہر کی گئی تھی۔ دوسرا خط شہنشاہ چین کی خدمت مین ارقام کیا گیا تھا جس کی عبارت بھی بجنسہ اول الذکر عریضہ کی ایسی تھی۔ سنہ ۱۵۸۳ع مین یہ سیاح انگلستان سے

قسمت آزمائی کو نکلے۔

نیوبری کے جتنے خطوط حلب اور بغداد سے موصول ہوئے سب کے سب اسی ایک تجارتی معاملہ کے متعلق تھے۔ بغداد سے وہ بصرہ گیا اور بصرہ سے آرمز پہونچا۔ آرمز مین پہلے پہلے تو بغیر کسی قسم کی مزاحمت کے سوداگری کرنیکی اُسے اجازت مل گئی۔ مگر پھر کل چھہ دن کے اندر ہی اندر ایک اطالی مسمّیٰ بہ مائیکل اسٹرو پین جو اُنھین جنسون کی تجارت کرتا تھا جن کی یہ کرتے تھے اور جین بڑی منفعت اُسے حاصل تھی ان کا جانی دشمن بن گیا اور حسد سے ایک ایسا الزام انپر لگا دیا کہ نیوبری اور فچ دونون گرفتار کر لئے گئے اور قیدخانہ بھیجدیئے گئے آخر الذکر شخص نے خوف زدہ ہوکر اپنے ہموطنون کو بصرہ مین اس مضمون کا ایک خط لکھا "معلوم یہ لوگ ذبح کر دین یا ایک مدت تک یون ہی قید مین رکھین۔ خدا کی جو مرضی ہے وہ ہو کر رہیگی"۔ یہ مجرم فوراً گوا چالان کر دیئے گئے اور اس سخت تکلیف دہ سفر کے بعد مقام مذکور پر پہونچکر پھر بھی اپنے کو ویسا ہی قیدی پایا۔ اصل جرم کپتان ڈریک سے تعلق رکھتا تھا جو ملاکا کے قریب دو پرتگالی جہازون پر دو فیر کرنیکا مجرم ہوا تھا۔ نیوبری نے اس جرم سے جو کسی طرح بھی اُسپر عائد نہین ہو سکتا تھا سراسر اپنی لاعلمی ظاہر کی ساتھ ہی ساتھ اس صریح بے انصافی کے عیان کرنے مین بھی نہ رُکا کہ جسوقت ایشیا اور یورپ کے کل اقوام فرانسیسی۔ فلامنگی جرمن ترک ایرانی روس کو این آزادانہ قیام اور کاروبار کرنیکے حقوق حاصل ہین تو کیا وجہ کہ صرف ایک انگریز ہی ایسے وحشیانہ برتاؤ اور مظالم ناروا کے سزاوار ہون؟ اسپر بھی زندان ہی اُسے نصیب ہوا۔ مگر شکر ہے کہ صرف ایک ہی ماہ قید کی تشدد اور صعوبتین جھیلنے

کے بعد وہ رہا کر دیا گیا جب بھی ایک دست آویز اس مضمون کا اُس سے لکھوا لیا گیا کہ اگر بلا اجازت شہر سے وہ قدم نکالے تو دو ہزار پر وڈس (سکہ) جرمانہ دینے پڑینگے اس دست آویز پر دستخط کر دینے مین اُسے ذرہ بھی تامل نہوا اسلئے کہ شہر چھوڑنیکا خود ہی اُسکا ارادہ نہ تھا جسکی وجہ یہ تھی کہ شاہراہ پر ایک مکان وہ لے چکا تھا اور یہان کی تجارت سے منفعت کثیر اُسے حاصل ہونے لگی تھی۔

اسکے بعد کے جو فخ کے بیانات ہین اُن سے ظاہر ہے کہ اُسکی ترقی اور منفعت کی کل امیدین اور اسباب جو پہلے پہل شاندار اور نفع بخش دکھائی دیئے تھے سراسر خواب نکلے۔ اسکا بہت سا مال اور اسباب چوری ہو گیا۔ بڑے بڑے تحایف اور نذرین اعلیٰ حکام کو پیش کرنے پر مجبور کئے گئے۔ اور ضمانت حاصل کرنے مین بھی انکی بڑی بڑی رقمین صرف ہوئین۔ کل پانچ مہینے کے قیام کے اندر ایسے ایسے بکھیڑے جب انکے ساتھ ہوئے تو انھون نے گورنر شہر کو ان بے عنوانیون کی اطلاع دی جسکا بہت ہی بیڈھب جواب انھین یہ ملا کہ عنقریب تم سبھون کی تحقیقات ہونیوالی ہے۔ تم پر طرح طرح کے الزام عائد ہین۔ اس جواب سے انکے رہے سہے ہوش ہوا س اور بھی جاتے رہے۔ ان کے دل مین ہول سمایا کہ مبادا غلام بنا لئے جائین۔ اُن چند اشارون سے جو انکے گوش گذار ہو چکے تھے انھین اسکا کامل یقین ہو گیا تھا کہ عنقریب انکی پشت برہنہ کوڑے اور درّے سے چھلنی بنجائے گی۔ اسوقت تک تو کچھ آزادی حاصل تھی۔ انھون نے شہر سے فرار ہو جانے کا مصمّم ارادہ کر لیا اور ۱۵۸۵ء کی پانچوین اپریل کو شہر چھوڑ بھاگ نکلے۔

ہند کی اندرونی وسعت سے ہوتے ہوئے بلگام پہونچے۔ یہ مقام جواہرات کا ایک شاندار چوک تھا۔ یہان سے چلے تو بیجاپور کی ریاست مین وارد ہوئے اس مقام پر ہندون کی بت پرستی کی آنکھون مین چکا چوند پیدا کر دینے والی شان وشوکت اُنھون نے دیکھی قرب وجوار کے جنگل بے شمار مندرون اور سنگی بتون سے جو مختلف جانورون کی شکلون پر بنے ہوئے تھے بھرے تھے فیچ کہتا ہے "جنگی ہاتھیون کی کثرت اور سونے چاندی کے ڈھیر اور پہاڑ سے انبار سے میری نظر خیرہ ہوگئی اور مین پیکر تصویر بنگیا" پھر یہان سے یہ مفرور گروہ گولکنڈا پہونچا۔ اس شہر کو فیچ نہایت دلچسپ اور خوشنما بتاتا ہے۔ اسکے مکانات نہایت خوبی اور خوش اسلوبی سے اینٹ اور لکڑی کے بنے ہوئے تھے۔ ظاہری آراستگی اور درستگی کے علاوہ لذیذ اور خوش ذائقہ میوے بکثرت پائے جاتے تھے اور قرب وجوار مین بیش بہا ہیرے کی کانین بھی موجود تھین مچھلی بندر کی نسبت اُسے معلوم ہوا کہ وہ ایک کشادہ اور وسیع بندر ہے جو تجارت کا ایک اعلیٰ مرکز ہے اور جس مین کاروبار کی گرم بازاری رہا کرتی ہے۔ گولکنڈا سے اسنے شمال کی راہ اختیار کی اور دکن کے بیچ سے ہوتا ہوا برہمپور پایۂ تخت خاندیش مین آنکلا۔ اس شہر کی تعریف ان لفظون مین کرتا ہے "زرخیزی اس کی حیرت افزا اور کثرت خلائق تعجب خیز" ہندون کے عقد ازدواج کے مراسم اُسنے یہان نہایت حیرت کے ساتھ دیکھے۔ آٹھ یا دس برس کے سن کے بچون کا عقد کل پانچ یا چھ برس کی لڑکیون سے کر دیا جاتا تھا اور ایسی انوکھی شادیان بڑے دھوم دھام سے رچائی جاتی تھین۔ اسکے بعد

مانڈو سابق دارالسلطنت مالوا مین اُسکا گذر ہوا۔ اس شہر کی نسبت وہ کہتا ہے یہ نہایت ہی مضبوط اور مستحکم شہر ایک بلند پہاڑی پر واقع ہے۔ جسے خاک مین ملانے کے لئے اکبر کو پورے بارہ سال لگے تھے" یہان سے پھر یہ آگرہ گیا جو نہایت وسیع اور آباد شہر تھا اور ہر حیثیت سے لندن پر فوقیت رکھتا تھا۔ نہایت خوبی اور درستگی کے ساتھ پتھرون سے بنا ہوا تھا اور اسمین خوشنما اور کشادہ سڑکین نکالی گئی تھین شہنشاہ اسوقت فتح پور مین جلوہ فرما تھے اور یہ شہر اُسکے قیاس کے بموجب گو آگرہ کی طرح خوشنما اور خوبصورت تو نہ تھا مگر وسیع ضرور تھا۔ فتح پور کو کوئی ادنیٰ سے ادنیٰ خوبی حاصل نہ تھی صرف شہنشاہ اکبر کی جائے سکونت اور درباریونکی حیثیت سے وہ اسقدر پر رونق اور باشان دکھائی دیتا تھا۔ ان وسیع شہرونکی سڑکین کیا تھین گویا قطار در قطار دوکانین سجی اور بازار لگے ہوئے تھے اسکی حیرت کا کوئی اندازہ نہ تھا جسوقت شہر کے عمائد اور رؤسا کو چھوٹی چھوٹی گاڑیون پر جو جواہرات سے مرصع اور نقش و نگار سے آراستہ تھین اور جنھین بکرے کے قد کے برابر کے سانڈ کھینچتے تھے سوار دیکھا۔

✢ ✢

یہ مفرور سیاح جسوقت آگرہ سے چلے تو انکے گروہ کا جوہری ویلم لیڈز نے شہنشاہ اکبر کی ملازمت اختیار کر لی۔ فیاض شہنشاہ نے اسے ایک مکان، ایک گھوڑا

سلہ (فچ کے بیانات جو ہندون کے مذہبی رسوم کے متعلق ہین کچھ تو بغرض اختصار اور کچھ اس قوم کی دل شکنی نہ کرنے کے خیال سے اس موقع پر قلم انداز کئے گئے۔

اور پانچ غلام کے علاوہ ایک مستقل جاگیر بھی مرحمت فرمائی۔ ایسی صورت مین قیاس غالب ہے کہ اس شہنشاہ ذی جاہ و عالی مرتبت اور سیاح مفرور کے درمیان بہت قسمون کی گفتگو بھی ہوئی ہوگی مگر افسوس کہ راوی نے اُسکا کوئی ذکر نہین کیا۔

مفرور سیاحون کا گروہ اب الہ باد پہونچا۔ جو گنگا اور جمنا کے دہانہ پر واقع ہے براہ جمنا پھر بنارس پہونچا۔ ہندوُن کی تجارت کے اس اعلیٰ مرکز اور تو ہمات کے صدر مقام کا معائنہ کرکے یہ لوگ حیرت و تعجب سے بت بنگئے۔ بڑے بڑے عالیشان اور خوشنما مندر انکی پیش نظر ہوتے اور رسوم بت پرستی اگلے مقامات کی بہ نسبت بھی اعلیٰ پیمانہ پر یہان ادا ہوتے دیکھا۔[ملہ] + + + + + + + + + + +

بنارس سے یہ سیاح پٹنہ (عظیم آباد) پہونچے جو ایک وقت کسی حکومت کا پایہ تخت تھا۔ مگر اسوقت شہنشاہ اکبر اسپر حکمرانی کرتا تھا۔ گو یہ ایک وسیع شہر تھا مگر اسکے اندر کے کل مکانات مٹی اور پھوس کے بنے ہوئے تھے۔ ڈاکو یہان بکثرت رہتے تھے اور عرب بدوُن کی طرح ایک مقام سے دوسرے مقام پر دورہ کرتے رہتے تھے۔ اس بیان سے بخوبی قیاس لگایا جاسکتا ہے کہ ڈکیتی کی اُن دنون بہت ہی گرم بازاری ہوگی۔ کاہل اور بدمعاش لوگ فقرا اور ولی کامل کی وضع و صورت اختیار کرکے عوام کے دل پر اثر ڈالتے تھے۔ کوئی تو شاہ راہ پر گھوڑے کی پشت پر بے خبر سو جاتا اور جوق جوق لوگ آآکر بعد تعظیم و تکریم اسکے قدم چومتے اور تلوون کی خاک آنکھون سے لگاتے۔[ملہ ۲] + + + + + + + + + + + +

ملہ بت پرستی کے متعلق سیاح کے بیانات سے بغرض اختصار و احتراز کیا جاتا ہے۔ ۱۲ منہ

ملہ ۲ ابدھ مذہب کے متعلق فچ کے بیانات بغرض اختصار قلم انداز کئے گئے۔ ۱۲ منہ

یہان سے فتح ٹانڈا گیا۔ جو ملک بنگالہ مین واقع تھا اور شہنشاہ اکبر اُسپر حکمران تھا۔
یہان سے شمال کی راہ اختیار کرکے ملک کوچ واقع زیر کوہ بھوٹان پہونچا پھر یہان
سے جنوب کی سمت پھرا اور ہگلی پہونچا۔ اُسوقت یہ شہر پرتگالیون کا صدر مقام
تھا۔ ہگلی سے اڑیسہ مین اُسکا گذر ہوا اس مقام کو بالکل بیابان اور ویران پایا
بقول سیاح یہ ایک وحشتناک جنگل تھا جس مین قد آدم گھاس اوگی ہوئی تھی اور
جو مار۔ کژدم اور شیر درندہ کا مسکن تھا۔

اب پھر گنگا کی طرف پلٹ آکر ٹپرہ کے اضلاع کا سفر اختیار کیا۔ ان اضلاع
کے باشندون کو ارکان (اکیاب) کے منگون سے متواتر جنگ وجدل مین مصروف
پایا۔ پھر دریا کے کنارے ہوتا ہوا آیا تو سراپور اور اُسکے قرب وجوار کے چند چھوٹے
چھوٹے قصبے اُسے دکھائی دیے۔ ان مقامون کے باشندون کی نسبت اُسکا
بیان ہے کہ شہنشاہ اکبر سے برابر بغاوت کرنے مین مصروف رہتے تھے جس کی
وجہ یہ تھی کہ آس پاس کے چھوٹے چھوٹے جزیرون اور ندیون سے انھین نقل
مقام کرنے مین بہت آسانی ہوتی تھی جن سے وقت پر فرار ہوکر روپوش ہوجاتے تھے
روئی کی نسبت اُسکی یہ رائے بہت صحیح ہے کہ سلطنت کے کسی حصہ مین ایسے
اعلی درجہ کی نہین پیدا ہوتی تھی۔

سراپور سے ایک جہاز پر اس سیاح کو شہر نگریس واقع ریاست پیگو مین جانیکا
موقع ملگیا اور اس دار السلطنت کے علاوہ ملاکا کے دیکھنے کا موقع بھی اُسے ہاتھ آیا۔
ملاکا اسوقت پرتگالیون کا بہت بڑا مرکز تجارت تھا۔ یہان کی اقامت مین چین
اور جاپان کے متعلق بہت کچھ حالات اُسنے دریافت کیے یہان سے

پھر بنگالہ لوٹ آیا اور کوچین جانے کی غرض سے ایک جہاز پر سوار ہو لیا۔ اثنائے سفر مین جہاز جزیرہ سنگلدیپ مین لنگرزن ہوا۔ اس جزیرہ کے متعلق یون رقم پرداز ہے "یہ بہت ہی مستحکم جزیرہ ہے نہایت ہی خوشنما اور پھول پھل سے لدا بھرا" اس کا مورین سے مُڑتے وقت دریا سے سوتیون کا نکالنا دیکھتا ہوا کوئلان سے گذرا اور کوچین پہونچا اس شہر مین آٹھ ماہ مجبوری اُسے قیام کرنا پڑا اس مقام پر کالیکٹ کے زامورین کی نسبت اُسے معلوم ہوا کہ پرتگالیون سے وہ سدا برسر جنگ رہا کرتا ہے کوچین سے روانہ ہوکر مسٹر فچ نے گوا اور چاؤل کا سفر بکامیابی انجام دیا۔ اور آرمز آنیکی راہ اُسے یہین ملگئی تو وطن سلامت آنا اُسے آسان دکھائی دینے لگا۔ اس سیاح نے اُس بڑے دشوار گذار اور دقت طلب سفر کو انجام دیا جسے یورپ کے کسی فرد نے آجتک بلاد ہند مین انجام نہین دیا تھا۔

گو مہم مذکور کے اس درجہ کامیابی کیساتھ انجام پانے سے سیاح مذکور کی قدر و منزلت عیان ہوئی اور بہت سی خبرین اور حالات تجارت ہند کے متعلق معلوم بھی ہوے مگر اسکے ساتھ یہ بھی ظاہر تھا کہ اگر ایسی ایسی پیچیدہ راہون سے سوداگری کی جاے اور ایسے ایسے خطرات کا سامنا ہوا کرے تو منفعت کی امید درکنار خود تجار کی سلامتی نظر نہ آتی۔ درحقیقت وہ ایک ہی راہ تھی جس سے اہل ڈنیس تجارت کرتے تھے مگر انھین انگریزون سے نسبتًا اچھے مواقع حاصل تھے۔ اسکے باوصف راس کے دریافت ہونے کے بعد سے اسوقت تک پرتگالیون کے حسد نے انھین کسی قسم کا گزند نہین پہونچایا تھا۔ انگریزون کی فلاح و بہبودی اب اسی راہ سے سوداگری کرنیکی فکر مین مصروف ہوئی کہ بس اسی ایک راہ کے اختیار کرنے مین منفعت ہے

اور یہ راہ بھی محفوظ ہے۔

سنہ ۱۵۹۱ء مین کپتان ریمنڈ اور کینڈال اور لنکاسٹر کے ماتحت تین۳ جہاز روانہ کئے گئے۔ ماہ اگست مین راس پر یہ پہونچ گئے مگر یہانتک پہونچتے پہونچتے اہل جہاز نے بیماری کے ساتھ کچھ ایسی تکلیفین اوٹھائین کہ بہت سے انہین صاحب فراش ہو گئے۔ ایسی حالت مین مناسب سمجھا گیا کہ ایک جہاز مین کپتان کینڈال کل مریضون کو لیکر وطن واپس چلا جائے۔ باقی دو کپتانون نے اپنا سفر بدستور قائم رکھا مگر افسوس کہ راس کوری انٹس کے قریب کچھ ایسا بلاخیز طوفان اپنر نازل ہوا کہ دونون کپتان کا جہاز ایک دوسرے سے جدا ہو گیا اور بعد کے قرینے بتاتے ہین کہ ریمنڈ کا جہاز غرق ہو گیا۔ اب صرف کپتان لنکاسٹر کا جہاز سلامت رہگیا تھا مگر پھر چند ہی دن کے بعد ایک ایسا ہولناک طوفان بادل کی گرج۔ بجلی کی چمک۔ رعد کی کڑک کے ساتھ اس جہاز پر بھی نازل ہوا کہ اہل جہاز سے چار شخص توچشم زدن مین وہین مر گئے اور باقی ماندہ مین سے کسیکو تو برق نے اندھا کر دیا کسیکو بے رحم ہوا کے تند جھونکون نے ادھر سے اُدھر ایسے تھپیڑے دیے کہ جسم چور چور ہو گیا اور کوئی تو شکنجہ مین پھنسکر ہاتھ پیرون کے رہتے بے دست وپا ہو کر زندگی سے مایوس ہو گیا۔ طوفان کے کچھ کم ہونے کے بعد اوسان کچھ درست ہوئے تو انھون نے جزیرہ کامرو تک کا سفر طے کیا۔ یہان پہونچکر پانی مہیا کیا۔ اُس مُلک کے باشندون نے انکے وارد ہونے سے پہلے تو نارضامندی کی کوئی علامت ظاہر نہ کی۔ جب ملکی باشندونکی طرف سے اہل جہاز کا دل بالکل مطمئن ہو گیا تو سولہ سولہ شخصونکی

دو علیحدہ علیحدہ جماعت لب ساحل کام مین مصروف ہوئی بصد اطمینان ابھی اپنے کام مین
یہ مشغول ہی تھے کہ یکایک اُن مکار باشندون کی ایک کثیر التعداد گروہ نے آکر انھین گھیر
لیا اور کپتان لنکاسٹر کو عجیب مایوسی کے ساتھ اپنے ساتھیون کو اپنی نظرون کے
سامنے بے بسی کے ساتھ تہ تیغ اور ٹکرے ٹکڑے ہوتے دیکھنا پڑا۔

ناظرین! چونکہ کپتان لنکاسٹر کے اس سلسلہ کی سیر و سیاحت ہندوستان
سے کوئی تعلق نہین رکھتی لہذا یہ بتاکر کہ دوران سفر مین سنگلدیپ تک یہ پہونچا تھا
اُس سے رخصت ہوتا ہون اسکی سیاحت کے حالات مین سے اس قدر بتادینا
نامناسب نہوگا کہ سلسلہ سفر مین بحری لٹیرون کا کام اسنے نہایت خوبی کے ساتھ
انجام دیا۔ پہلے تو جیسوا ٹنر کے ایک جہاز کو گرفتار کیا۔ پھر ملاکس کے قریب
پرتگالیون کے ایک جہاز پر قبضہ کیا اسکے بعد اور ایک جہاز جو گوا سے گذر رہا وہ
بھی اسکے پنجہ ظلم سے نہ بچا۔ ایک جہاز البتہ خوش قسمتی سے اسکے ہاتھ سے
بچ نکلا جسے لنکاسٹر سراسر اپنی بدنصیبی سمجھی۔

اس مہم کے حسرتناک انجام نے انگریزون کی ہوائے انکشاف پر پانی پھیر دیا
اور ان کا جوش بالکل ٹھنڈا پڑ گیا۔ مگر سنہ ۱۵۹۵ع مین جب انھین یہ خبر ملی کہ ڈچون
نے چار جہاز بغرض تجارت و سیاحت روانہ کئے ہین تو انکی بجھی ہوئی آگ پھر یکبیک
بھڑک اُٹھی سنہ ۱۵۹۹ع مین ایک مجلس منعقد ہوئی جس مین تجارت ہند کے لئے
تیس ہزار پونڈ چندہ وصول کیا گیا۔ اس مہم مین ملکہ ایلیزبتھ نے صرف اپنی پوری
رضامندی ہی نہ دی بلکہ ساتھ ہی ساتھ عظیم الشان مغل شہنشاہ کے دربار مین
جان مڈلٹن کو بحیثیت سفیر روانہ کیا تاکہ حاضر خدمت ہوکر ضروری آزادیون کا

خواستگار ہو۔ چونکہ سفیر مذکور بغیر وطن واپس آئے ہوئے راہ ہی مین بمقام فارس فوت ہوگیا لہذا اُسکی سفارت سے کوئی عملی نتیجہ نہین نکلا۔ مگر یہ سفیر جسوقت اُدھر راہ مین منازل قطع کررہا تھا ادھر انگلستان مین تاجر سیاحون کی جماعت مہم مقصودہ مین روانہ ہونیکا عزم بالجزم کرچکی تھی۔ اور ساز و سامان مال و اسباب کے بندبست اور درستگی مین بھی مصروف ہوچکی تھی۔ سنہ ۱۶۰۰ع مین پہلی کمپنی کی بنیاد پڑی۔ یہ جماعت نہایت ہی شان و شوکت کے ساتھ وطن سے روانہ ہوئی۔ جارج کمبرلینڈ کا ارل کمپنی مذکورہ کا صدر مقرر ہوا۔ دیگر اراکین کی تعداد جنمین رؤسا۔ عماید اور تاجر تھے کل دوسو پچیس ۲۲۵ ہوئی۔ اس جماعت کو ممالک مشرق مین تجارت کرنیوالے سوداگر اور گورنر کی جماعت[1] کا لقب دیا گیا ملکہ ایلزبتھ سے جو سند انھین حاصل ہوئی اُسکے رو سے پندرہ ۱۵ سال تجارت کرنیکی اجازت حاصل تھی مگر منجملہ اور شرائط کے ایک شرط اُس مین یہ بھی تھی کہ دو برس قبل کی اطلاع پر حکومت اُسے فسخ بھی کر دے سکتی ہے۔ کمپنی نے ۷۲۵۷۲ پونڈ سے تجارت کی آغاز کی کورٹ نے جہاز کے عہدۂ کپتانی پر سر ایڈورڈ مائیکل بارن کو مقرر کرنا چاہا مگر تاجرون کے فرقہ نے عمائدین کے درمیان سے اس منصب کے لئے انتخاب کرنیسے سراسر انکار کیا اور یہ کہکر کہ "اپنے میل اور ہم پلہ لوگون سے اپنا کام ٹھیک ہوتا ہے" کپتان لنکاسٹر کو جسکے اوصاف اور قابلیت اُسکے اگلے دلیر گو حسرتناک مہم مین اُسکی جرأت اور کمال کا اعلیٰ نمونہ پیش کرچکی تھی چن لیا۔ + + + + + + + + + + +

---

[1] ناظرین بھولے نہ ہونگے کہ کپتان لنکاسٹر وہی دلیر کپتان ہے جسنے اپنی آنکھون کے سامنے اپنے ساتھیون کو بے رحمی سے قتل ہوتے دیکھا تھا اور مدونہ کی تھی پھر بعد کو شاہانہ روز و دیائی لٹیرون کے پیشہ مین سرگرم رہا ۱۲ منہ

سنہ ۱۶۰۱ء کی دوسری اپریل کو سیاحون کی یہ جماعت پانچ جہاز کے ساتھ انگلستان
سے روانہ ہوئی۔ راس گوڈ ہوپ سے طوفان کی معمولی دقتون کا سامنا کرتی ہوئی
یہ سیاحی بیڑا پار ہو گیا۔ اپنے فن کا قابل اور پختہ کار کپتان لنکاسٹر بر اعظم ایشیا کے
کسی حصہ مین ٹھہرے بغیر سماٹرا۔ جاوا۔ ملاکا اور بندا جزایر سے گذرا اثنائے سفر مین
جب تجارت مین نقصان ہونیکا خدشہ محسوس ہوا تو اُس گھاٹے کو پورا کرنے کے
منصوبے سوچنے لگا۔ خوش قسمتی سے ایک جہاز سر تا پا مال و اسباب سے لدا ہوا راہ
مین ملگیا۔ فوراً اُسے لوٹ لیا اسقدر مال اُسنے لوٹا تھا کہ اوپر تلے اپنے جہاز کو بھر
لینے کے بعد بھی اسقدر بچگیا کہ اگر اور جہاز بھی اسکے ساتھ ہوتے تو وہ بھی لدجاتے
حسرت کے ساتھ کف افسوس ملکر رہگیا کاش گنجایش ہوتی کہ اُسکی بھی کھپت ہو جاتی
مال غنیمت کو ہمراہ لیتا ہوا خوش خوش بنتام پہونچا۔ یہان سے ایک جہاز مصالحہ
لینے کی غرض سے بنتام روانہ کر دیا اور خود انگلستان چلا گیا۔

سنہ ۱۶۰۴ء مین ایک دوسرا جہاز کپتان مڈلٹن کے ماتحت پھر روانہ کیا گیا
کپتان مذکور بعد کو سر ہنری کے لقب سے ملقب ہوا تھا اور بحری سیر و سیاحت
کو استقلال اور کامیابی کے ساتھ انجام دینے مین کُل مشرقی سیاحون مین
اسکی زیادہ تر شہرت تھی۔ مارچ کی پچیسوین ۲۵ کو یہ کپتان چار جہاز کے ہمراہ گریوزاینڈ
سے روانہ ہوا۔ ۶۰۴۵۰ پونڈ کی رقم اس مہم مین لگائی گئی۔ دسمبر کی اخیر مین بنتام
کی راہ پر آنکلا۔ یہان سے دو جہاز تو بنتام روانہ کر دیا اور خود دو کے ہمراہ ملاکس
گیا۔ جزیرۂ مذکور پر پہونچکر اُسے ایک عظیم جنگ کا رزم گاہ پایا۔ یہ کشت و خون شاہ
ٹارنیٹ کے ایما سے پرتگالی اور شاہ ٹائیڈور کے درمیان ہو رہا تھا۔ اول الذکر

قوم سے انگریزون کو مراسم دوستانہ کی اُمید تھی مگر برخلاف اسکے وہ لوگ بدسلوکی سے
پیش آئے پرتگالیون نے انگریزون کو بحری لٹیرون کی ایک جماعت قرار دیا۔
اور اپنے بادشاہ ہالینڈ کی بحری طاقت کو کل مغربی اقوام کی قوت پر فوقیت
دیکر نازان ہو رہے تھے۔ اُدھر ڈچون نے شاہ ٹارنیٹ کو کچھ تو خوف دلاکر
اور کچھ سمجھا بجھا کر انگریزون کی جانب سے بدگمان کر دیا کہ وہ اپنے علاقون مین
انکی تجارتی تعلقات قائم ہونے دیے۔ ٹائڈور کے پرتگالی چونکہ ایک طرح پر
مالک تھے لہٰذا سیاحون نے اُس طرف جانا بھی بے سود سمجھا۔ گو شاہ ٹائنڈور
نے انھین متواتر خطوط بھیجے اور انکی اور ان کے بادشاہ کی امداد کا طالب بھی
ہوا کہ ڈچون کو اُسکے علاقہ سے نکالدین۔ وہ دو جہاز جنھین کپتان کول ہتھرسٹ ۱۶۰۹ء
لیکر بندا گیا تھا بغیر کسی قسم کی دقتون کا سامنا کئے منزل مقصود پہونچگئے۔ اور
بائیس ۲۲ ہفتہ تک کپتان وہان مقیم رہا۔

ایک عظیم رقابت سے اس کمپنی کو اب سخت خوف پیدا ہوا۔ وہ سر ایڈورڈ مائیکل
جسے ناظرین بھولے نہونگے۔ اور جو ۱۶۰۰ء کی مہم پر منصب کپتانی کی تقرری
کے لئے کورٹ سے انتخاب کیا جاچکا تھا مگر سیاحون کی جماعت نے
نامنظور کرکے لنکاسٹر کو جسنے بعد کو بحری لٹیرون کے شرمناک پیشہ مین اپنے کو نہایت
مستعد ثابت کیا اُسکی جگہ اپنا کپتان بنایا تھا اُسی سر ایڈورڈ مائیکل نے اُسوقت حکومت
انگلستان سے ممالک مشرق اقصیٰ مین تجارت کرنیکی سند حاصل کرلی۔ مگر افسوس کہ سیاح
مذکور نے اپنی سیاحت کو اکتشاف یا تجارت سے ذرہ بھی زینت نہین دی
یہ تو ملاکس تک بھی نہین پہونچا۔ ابتک بحرہ ہند ہی مین تھا کہ بحری لٹیرون کے ذلیل

پیشہ مین اپنے کو مصروف کر دیا۔ صرف یہی نہین کہ پرتگالیون کے جہاز ہی کو لوٹا ہو کہ
وقت پر اپنی اور اُنکی قوم کی دشمنی اور نفاق کا حیلہ پیش کر کے یہ بدنما دھبہ اپنے
دامن سے مٹانے کی کوشش کر سکتا بلکہ ملکی باشندون کے کل جہاز جو اسے دکھائی
دیئے اسکے پنجۂ ظلم سے نہ بچے۔ اسکے بعد خوش خوش اپنی بے ایمانی کے
حاصل سے انگلستان واپس گیا[1] + + + + + + + + + + +

---

[1] سنہ ۱۶ع کے سیاحون کی جماعت نے مائیکل کی تقرری کپتانی سے
انکار کرنے مین سخت غلطی کی یہ تو اُن کے ہم پایہ سے بھی زیادہ مناسب شخص ثابت ہوتا
لنکاسٹر نے تو اُسوقت سمندر پر ڈاکوؤن کا کام کیا جس وقت تجارت مین گھاٹا
محسوس ہوا تھا۔ برخلاف اسکے مائیکل نے بالقصد اس ناجائز مشغلہ مین اپنے کو
مبتلا کر دیا۔ رقابت کے جوش مین یا تو بالکل اندھا ہو گیا تھا یا اسکی فطرت مین ازل ہی
سے بے ایمانی کا خمیر موجود تھا۔ یہ دیکھکر کہ لنکاسٹر نے سمندر مین لٹیرون کا ناہنجار پیشہ
اختیار کر کے ایسی شہرت حاصل کی کہ تاجرون کی جماعت نے خود اسپر اُسے ترجیح دیکر
اپنا کپتان مقرر کیا تو اسنے بھی اسی بے ایمانی کی روش کو شہرت حاصل کرنیکا ذریعہ قرار دیکر
مشرقی سیاحون مین اپنا پایہ بڑھانا چاہا۔ دوسرا خیال لنکاسٹر کو مال غنیمت کے ساتھ وطن
واپس آتے دیکھ مائیکل کو یہ بھی ہو سکتا ہو کہ اگر سچی ایمانداری سے ان دور دراز ممالک
مین تجارت کرنے مین منفعت ہوتی تو لنکاسٹر جان بوجھکر لٹیرون کے ذلیل پیشہ مین کیون
اپنا دامن آلودہ کرتا پس جب تجارتی منفعت کا کل انحصار بے ایمانی اور لوٹ
مار پر ہے تو سواحل ہند تک جانا محض لاحاصل سمجھا اور بحیرۂ ہند مین پہونچتے ہی
لگا بحری لٹیرون کا کام کرنے۔

اس اثنا مین اور تین جہاز تین کپتان ۔ کیلنگ ۔ ہاکنس ۔ مڈلٹن کے ہمراہ کمپنی روانہ کر چکی تھی ۔ سنہ ۱۶۰۷ئہ میں اول الذکر دو کپتان بنتام کی راہ پر روانہ ہوئے ۔ اُسوقت پُرتگالی ڈچون کے حملے سے شکست اٹھا کر اس سرزمین سے چلے گئے تھے ور فاتح قوم دیسی رئیسون کو تابع کرنیکی کوشش مین مصروف تھی ۔ ڈچون نے کپتان کیلنگ کو بھی ملک سے نکل جانیکا حکم دیا ۔ پہلے تو کپتان نے کچھ تامل کیا مگر بالآخر چلا ہی جانا پڑا ۔ اُدھر کپتان ہاکنس جو بنتام کی راہ پر اپنے ساتھیون سے جدا ہوا تھا ۔ سنہ ۱۶۰۸ع کی چوبیسوین (۲۴) دسمبر کو سورت پہونچا ۔ اس کپتان کو روانہ کرنے سے کمپنی کی خاص غرض یہ تھی کہ سرزمین ہند اور علی الخصوص ممالک مغلیہ مین تجارتی تعلقات پیدا کرنیکی کوشش کرے ۔ سورت پہونچکر یہ کپتان مقامی گورنر کی خدمت مین حاضر ہوا جس کی طرف سے اطلاع دی گئی کہ مال اور اسباب وہ ہرگز اُتار نہین سکتا تاوقتیکہ مقرب خان وائسرائے سورت سے جو اُسوقت کامبے مین سکونت پذیر تھا اجازت نہ حاصل کر لی ۔ قاصد اُسیوقت وائسرائے کی خدمت مین روانہ کر دیا گیا ۔ مگر بارش کی شدت اور دریا کی طغیانی کی وجہ بیس دن کے قبل جواب نہ لا سکا ۔ انقضائے مدت مذکورہ کے بعد مال و اسباب اُتارنے اور خرید فروخت کرنیکی اجازت ملی مگر ساتھ ہی ساتھ اسکی بھی تاکید کی گئی کہ تاوقتیکہ شہنشاہ سے اجازت نہ حاصل کر لین جو آگرہ جانے پر مل سکتی ہے سورت مین کوئی آڑھت بنانے یا مستقل قیام کرنے کا ارادہ نہ ہو ۔ یہ ایک ایسا سفر تھا جسکے انجام دینے کو کم از کم دو مہینے ضرور صرف ہوتے ۔ جون ہی مال اتار کر انھون نے بیچنا شروع کیا کہ دیسی تاجرون مین بے چینی کی علامت ظاہر ہونے لگی اور انکے آپس کی گفتگو سے

اُنکی یہ تشویش دلی صاف عیان ہو رہی تھی کہ اس نئی رقابت سے اپنی تجارت پر
مضر اثر لاحق ہونا وہ خیال کرتے ہین۔ ایک پرتگالی جیسواٹنر نے جسکی کینہ جو طبیعت
کیا مذہبی کیا پولیٹکل لحاظ سے انگریزون کی کامل تباہی کے لیئے سعی بلیغ کرنے پر
اُبھار رہی تھی دیسی سوداگرون کے اس تشویش ناک خیال کی مزید تائید کر دی۔
ایک دن کپتان ہاکنس کو یہ اندوہناک خبر ملی کہ اُسکی دو کشتیون کو جسوقت
جہاز سے مال لیکر کنارے پر اُتارنے کی غرض سے وہ جا رہی تھین پرتگالیون نے
گرفتار کر لیا ہے اور جب اُنسے اس فعل ناروا کا سبب دریافت کیا گیا تو اس کے
جواب مین کچھ بھی کہنا انھون نے ہتک عزت سمجھا البتہ قاصد کو برٹش فرمان روا
کی نسبت نہایت ہی حقارت انگیز پیرائے مین یہ توہین آمیز کلمات کہے۔ "وہ تو ماہی گیرونکا
بادشاہ ہے اور چار بالشت جزیرہ کا سردار" اُس قوم کے ایک افسر سے ملاقات
ہونے پر ہاکنس نے اُسکی قوم کی بدخصالی کے اس معاملہ کو پیش کیا جسکا جواب اُسے
یہی ملا کہ اُن دریاؤن پر بادشاہ پرتگال کا قبضہ ہے اور بغیر اُس سے سند حاصل کئے کوئی
شخص تجارت کرنیکا مجاز نہین۔ اسپر برٹش کپتان نے بھی ایک تحقیر آمیز اور پرغضب
جواب اُسکے اعلیٰ افسر کو بھیجدیا ساتھ ہی ساتھ لڑائی کی چیلنج بھی کر دی۔ مگر یہ منظور
نہوئی اس اثنا مین دونون کشتیون کا چالان مع اسباب ملاح کے گوا کر دیا گیا۔
انگریزون کے دل سے مقامی ہندو حکام سے کسی قسم کی امداد یا تائید ملنے کی
امید منقطع ہو گئی اور اب انھون نے صاف سمجھ لیا کہ وہ ہمین قصداً یہان ٹھہرا رہے
ہین تاکہ ہمارے دشمنون کو مجتمع ہو کر ہمین ہلاک کرنیکا موقعہ ملے۔ دشمن اب اسکی
تاک مین بھی لگے ہوئے تھے دروازہ توڑ کر مکان مین گھس آنے کی

انھون نے کوشش کی اور اسکی حالت یہ تھی کہ خرید و فروخت کی غرض سے باہر نہین نکلتا تھا اسلئے کہ قتل کئے جانیکا خوف دامن گیر تھا ایسی حالت مین مقرب خان خود تشریف لائے مگر انھین کسی قسم کا اطمینان یا مداوضہ دینے کے بدلے خود ان کے مال تجارت سے اپنے پسند کی چیز اُٹھا اُٹھا کر جی بہلانے لگے اور آپ ہی اُسکی قیمت لگا کر جو بالکل نامناسب اور کم تھی خرید بھی کر لی۔

ان نہایت سختیون کی حالت مین ہاکنس نے اب اُس صلاح کی پیروی کرنی جو شروع شروع اُسے دی گئی تھی کہ آگرہ جا کر شہنشاہ کی خدمت مین حاضر ہو مناسب سمجھا۔ مگر اسوقت خود مقرب خان مشیر نے اُن الزامون کے انجام سے ڈر کر جو واقعی اُسپر عائد ہو سکتے تھے اس سفر کے روکنے کا درپے ہوا۔ صرف چند سپاہیون کو راہ مین جیسا کہ سمجھا گیا اسکے ہلاک کر دینے کے خیال سے ساتھ کر دیا۔ مگر پیش بینی سے اسنے اپنے خرچ سے کرایہ کے چند سپاہی اور وائسرائے دکن کی خدمت مین درخواست کر کے ایک رسالہ بہادر افغان سوارون کا لے لیا۔ راہ مین کوچبان شراب پیکر ایسا بدمست ہوا کہ عالم نشہ مین اُسنے اس امر کا اقرار کیا کہ اُسکے قتل کرنیکی سازش مین جسمین ترجمان نے بھی حامی بھری ہے شریک ہو چکا ہے۔ ہاکنس برہم پور وائسرائے کی جائے رہائش پر پہونچا تو اُنکی طرف سے عنایت کے ساتھ اسکا استقبال کیا گیا اور آگرہ بھیجدیا گیا جس مقام پر ۱۶۰۹ء کی سولھوین اپریل کو پہونچا۔ جسوقت ہاکنس کسی فرودگاہ کی تلاش مین گھوم رہا تھا اُسوقت کچھ اس عجلت سے دربار مین اسکی طلبی ہوئی کہ لباس تک تبدیل کرنے کی مہلت اس کو نہ ملی۔ دربار مین حاضر ہوتے ہی شہنشاہ جہانگیر کو ایک بلند مقام پر شاہی مسند

زرنگار پر جلوہ گر دیکھا۔ اسنے فورًا اپنے بادشاہ کا نامہ پیش کیا۔ شہنشاہ نے فرمانروائے انگلستان کے نامہ اوسکو کچھ دیر تک بغور ملاحظہ کرکے ایک دیرینہ سال جیسواٹ کو جو حسن اتفاق سے اسوقت دربار مین حاضر تھا پڑھا کر پڑھنے کہا اس ہادئی دین مسیحی نے انگریزون کے بہت ہی ناموافق جواب یہ پیش کیا۔ یہ نامہ بہت ہی بدخط لکھا ہوا ہے۔" مگر اس اثنا مین شہنشاہ نے یہ معلوم کرکے کہ اسکا مہمان ترکی زبان بول سکتا ہے گفتگو شروع کردی تھی اور اسکی باتون سے محظوظ بھی ہوا تھا۔ ہاکنس کو ہر روز دربار مین حاضر ہونیکی اجازت ملی اور جسوقت یہ حاضر خدمت ہوتا تو شہنشاہ ایک عرصہ تک اس سے گفتگو کرتا۔ اثنائے گفتگو مین یورپ کے مختلف ممالک اور امریکہ کے حالات دریافت کیا کرتا۔ اور ایسا ظاہر ہوتا تھا کہ سو خرالذکر مقام کی ہستی پر پورا پورا بھروسہ کرنے مین اُسے تامل ہوتا۔ مقرب خان نے جو انگریزون کے ساتھ بُرے سلوک کئے تھے ہاکنس نے جہانگیر کو یقین دلادیا اور شہنشاہ کی طرف سے احکام جاری ہوئے کہ اب سے انگریزون کی تجارت کی ضروری چیزین مہیا کردی جائین۔ جہانگیر نے کپتان مذکور سے اپنی خواہش ظاہر کی کہ جب تک مین یورپ مین سفارت روانہ کرون وہ ہند مین قیام کرے اور اس عرصہ تک اُسکے مصارف کے لئے تین ہزار پونڈ سے بھی زاید کی جو چار سے سوارون کی اعلیٰ افسری کی تنخواہ اور ایک خراج ہے اُسکی تصرف مین دیا جائیگا آمدنی ہوگی۔ ہاکنس نے اپنے آقا یعنی کمپنی کو فائدہ پہونچانے اور خود اپنا جیب بھی پُر کرنے کے خیال سے فورًا راضی ہوگیا ان عنایات شاہانہ کے علاوہ شہنشاہ نے اُسکے شادی کرنے پر بھی اصرار کیا

گو یہ بات اُسکی مرضی کے خلاف تھی تاہم ایسے ایسے مراسم خسروانہ پر نظر کر کے شہنشاہ
کی بات ٹالدینی اُسنے بالکل خلاف عقل سمجھا مگر جب بھی اسقدر کہکر بچنا چاہتا تھا
کہ اُسکا دل بجز عیسائی عورت کے کسیکو عقد مین لانیکی اجازت نہین دیتا۔ مگر
اُسکی تقدیر کی جفت یہان موجود تھی یعنی ایک ارمنی عورت دستیاب ہوگئی۔ اب اس
کپتان کو اُسکی تقدیر کے ساتھ بغیر اپنی قسمت کو وابستہ کئے مفر نہ تھا۔ اور گو
بعد کو اُسے یہ معلوم ہوگیا کہ اُسکی یہ وابستگی تقدیر انگلستان مین جائز نہین ہے اسکے
ساتھ بھی عزت اور آبرو سے وہ نباہتا گیا اور اسکا بھی مقر تھا کہ اس عقد سے
وہ برابر بے انتہا خوش رہا ہے۔

سنہ ۱۶۰۷ع مین چوتھے مہم پر دو جہاز موسومہ اِسنشن اور یونین روانہ کئے گئے
کپتان شارپی امیر البحر مقرر ہوا۔ شارپی کا ارادہ تھا کہ ساحل کالیکٹ جو مغرب ہند
مین نہایت وسیع اور زرخیز نیز تجارت کی بڑی منڈی سمجھا جاتا تھا پہونچے۔ مارچ
کے مہینے مین انھون نے سفر اختیار کیا مگر بدقسمتی سے سلسلہ سفر مین برابر بلاؤن
او خطرات کا سامنا ہوا کیا۔ راس الرجا سے گذرتے ہوئے یہ دونون جہاز ایک
دوسرے سے جُدا ہوگئے۔ اِسنشن تو افریقہ کے مغربی ساحل سے ہوتا ہوا پمبا
پہونچگیا مگر یہان پہونچتے پہونچتے راہ مین اسپر دو بار مسلمانون کے حملے ہوچکے
تھے اور اہل جہاز مین سے چند لوگ مارے بھی گئے تھے۔ بحر احمر کی سمت بڑھکر کچھ
دنون موکھا اور عدن مین یہ لوگ مقیم ہوے۔ یہان کے باشندے ان سے بہت
اچھی طرح پیش آئے۔ اب سکاٹرا سے ہوتے ہوئے ہند کی طرف رخ کیا۔ ڈیو
اور سورت پہونچنے کے خیال سے خلیج کامبے کو عبور کرنے پر آمادہ ہوئے۔

بدقسمتی سے خلیج مذکورمین انکا جہاز غرق ہوگیا۔ مگر چند سیاح ڈوبنے سے بچکر آگرہ پہونچے اسوقت جہانگیر کے دربار مین کپتان ہاکنس بحیثیت سفیر مقیم تھا۔ اسکے ذریعہ سے ان پس ماندون کو سرزمین فارس سے ہوتے ہوئے وطن واپس آنیکا موقع ملگیا

اسی مہم کا دوسرا جہاز یونین راس پر جدا ہوجانیکے بعد ہند تو نہین پہونچا مگر زنگبار جنوبی عربستان۔ ایکین وغیرہ ممالک سے گذرتا اور طرح طرح کی آفتون اور دقتون کا سامنا کرتا ہوا سنہ ۱۶۱۱ع کی ماہ فروری مین انگلستان واپس پہونچا پچھتر سیاحون مین جو اس مہم پر روانہ ہوئے تھے کل نو ۹ زندہ بچکر وطن واپس آئے۔

سنہ ۱۶۰۹ع مین کپتان ڈیوڈ مڈلٹن صرف ایک جہاز کے ہمراہ پھر روانہ ہوا مہم کی تیاری کے اخراجات اور تجارتی اجناس کے خریدنے مین ۱۲۷۰۰ پونڈ صرف ہوئے۔ یہ کپتان سیدھے جزائر مصالح پہونچا۔ یہان ڈچون کی تعداد سابق کی طرح کثیر پائی بلکہ یہ قوم خود مختار ہونیکی مدعی بھی تھی۔ اسکے ساتھ بھی خرید و فروخت مین اچھی منفعت اسنے حاصل کی۔ ان سیاحون کو خاطرخواہ منفعت حاصل کرتے دیکھکر ڈچون کے رشک نے اشتعال دیکر اُن کے غیظ و غضب کو ایسا بھڑکایا کہ انکے جہاز کی تباہی کی تدابیر سوچنے مین سرگرمی سے مصروف ہوئے۔ انگریز کپتان اور اُسکے ساتھی جان و دل سے اُس مسبب الاسباب کی تائید غیبی کے شاکر ہین جس نے یہان سے انھین سلامتی سے نکل بھاگنے کا موقع عطا کیا۔ بہرکیف بغیر کسی قسم کے سخت نقصان اُٹھاتے ہوئے بنتام پہونچ جانے مین یہ کامیاب ہوئے۔

سنہ ۱۶۰۹-۱۰ع مین اور تین جہاز پھر ایک بڑے مہم مین روانہ کیا۔ کل مصارف

کی میزان ۸۲۰۰۰ پونڈ تھی۔ ان جہازون کا امیر البحر سر ہنری مڈلٹن جو قبل کے مہمون مین اپنی دلیری کے اظہار اور مہم سر کرنیکی خوش اسلوبی مین شہرت حاصل کر چکا تھا مقرر ہوا۔ سورت اور بحر احمر کو مجمع الجزائر پر ترجیح دی گئی مگر راہ مین ترکون کے ہاتھ سے انھین کچھ نقصان اوٹھانا پڑا جسکی وجہ سے سورت پہونچنے مین کچھ تاخیر ہوئی بہزار خرابی مڈلٹن بحر احمر سے ہوتا ہوا سورت پہونچا اسکا دلی ارادہ تھا کہ ہندوستان کے وسیع بازار سوداگری سے تجارتی تعلقات قائم کرے۔

۱۶۱۱ء کی ماہ اکتوبر کو ساحل کا مبے پہونچگیا۔ ساحل مذکور پر پرتگالیون کا ایک جنگی بیڑا ممالک یورپ کے جہازون کو داخل ہونے سے روکدینے کیلئے برابر موجود رہا کرتا تھا۔ انگریزی جہاز کو آتے دیکھکر پرتگالی امیر البحر نے اُس کے کپتان سر ہنری مڈلٹن سے دریافت کیا آیا وہ شہنشاہ اسپین یا کسی گورنر اسپین کا کوئی ایسا خط ہمراہ لیتا آیا ہے جس مین تجارت کی اجازت دیگئی ہو؟ اس تقدیر پر البتہ وہ ہر طرح سے اُسکے ساتھ نیک سلوک کرنے پر آمادہ تھا ورنہ بجز اپنی قوم کے ہر دوسری قوم کو روکدینے کے لئے اُسے ہدایت کی جا چکی تھی۔ سر ہنری نے فوراً جواب دیا کہ اسپین کے بادشاہ یا کسی گورنر کا خط تو ساتھ نہین ہے البتہ اسناد اور بیش بہا تحائف فرمان روائے انگلستان کی طرف سے میرے ہمراہ کر دیے گئے ہین جنھین عظیم مغل بادشاہ کے حضور مین تعلقات قائم کرنیکی غرض سے مین پیش کرنے اور نذر دینے والا ہون جو کسی طرح بھی پرتگالیون کا باجگذار نہین ہے بلکہ اُسکی سلطنت مین ہر اقوام کو داخل ہونیکی برابر آزادی حاصل ہے۔ سر ہنری نے یہ بھی کہا کہ ڈان فرانسکو یا اُسکی قوم کو کسی طرح کا نقصان

پہونچانیکا ہمارا منشا ہرگز نہین ہے کو اس ساحل پر اپنے حقوق کو پرتگالیون سے گھٹکر مین کسی طرح نہین سمجھتا اسپر بھی پرتگالیون نے اُسکے ساتھ مطلق رعایت نہ کی۔ رسد کا چالان فوراً موقوف کردیا اور یون انھین سخت مصیبت مین مبتلا کردیا اس مصیبت کے علاوہ دوسری ایک اور تازہ مصیبت پیدا ہوگئی کہ اتنے دنون تک سمندر مین جہاز پر برابر رہنے کی وجہ سے انکے خون مین فساد پیدا ہونیکی علامت ظاہر ہونے لگی تھی عین ایسی حالت مین انھین یہ خبر ملی کہ جہاز کے غرق ہونے کے بعد شارپی سورت پہونچ گیا ہے اور اسوقت تک وہان مقیم ہے اور اُسے ہوکنس سے جو اسوقت تک جہانگیر کے دربار مین تھا اور رچ سے جو لاہور مین اقامت پذیر تھا معلوم ہوا ہے کہ انگریزون کے تجارتی تعلقات کا سرزمین ہند مین قائم ہونا ناممکن ہے۔ اس خبر سے مڈلٹن ایک سوچ مین پڑگیا کہ اب کیا کرنا چاہیے۔ صلاح ٹھہری کہ ساحل کی دوسری جانب قسمت آزمائی کے لئے چلنا چاہیے کہ اس اثنا مین شہر کے اعلیٰ اراکین نے اس امر کا یقین دلایا کہ اگر پرتگالیون کا خوف انھین دامنگیر نہو تو تجارتی تعلقات قائم کرنے کے لئے وہ بہر صورت آمادہ ہین۔ یہ معلوم کرتے ہی مڈلٹن بے کھٹکے آگے بڑھا اسکا آگے بڑھنا تھا کہ پرتگالیون نے لڑائی شروع کردی مگر فتح انگریزون کے ہاتھ رہی۔

حکومت سورت نے انگریزون کے اس استقلال اور اظہار دلیری سے خوش ہوکر تجارتی معاملات مین اُن کے شرائط منظور کرلئے۔ مقرب خان وائسرائے سورت دیسی تاجرون کے سولہ[۱۶] سردار ہمراہ لیکر انکے جہاز پر خود پہونچا اور انکے تحائف اور نذر کو بکشادہ پیشانی قبول کیا انکے پیچھے پیچھے دیسی سوداگر

بھی پہونچے اور اب آپس مین تبادلہ اجناس کا تصفیہ ہونے لگا۔ خواجہ حسن اور دیگر تاجرون نے اپنا اپنا تجارتی مال پیش کیا۔ ڈوٹن اس بات کا شاکی ہے کہ جن داموں دیسی سوداگرون نے اپنا اسباب بیچا وہ انگریزون کے ناموافق تھا۔ انگریزون کے مال فروخت کرنیکا طریقہ بھی کچھ پسندیدہ نہ تھا دیسی سوداگر ایسی ایسی چیزین خریدنا چاہتے تھے جنکی تجارت وہ کرسکتے تھے اور یہ بات قرین عقل بھی ہے مگر انگریز سوداگرون نے اُنکی گردن پر بیضرورت اجناس خصوصاً سیسہ کا بوجھ دھرنا چاہا۔ کہا کہ "اگر انھین خریدتے ہو تو دیگر مال بھی تمھارے ہاتھ بیچون گا" دیسی تاجرون کو مجبوراً خریدنا ہی پڑا۔ سنا گیا کہ خواجہ حسن مال اُتارتے وقت طیش مین آکر پاگلون کی طرح شور مچانے لگا تھا۔ لیکن ملک کے رواج کے مطابق یہ بھی ایک بات تھی کہ چوبیس ۲۴ گھنٹے پیشتر کی اطلاع پر مال واپس کردیا جا سکتا تھا۔ اس پیچ سے بچنے کے لئے مڈلٹن کو ایک تدبیر سوجھی جسکے عمل مین لانیکا اُسے کسی طرح بھی مجاز حاصل نہین تھا۔ اُسنے فوراً گورنر اور چند اعلیٰ افسرون کو جو اسوقت جہاز پر تھے گرفتار کرلیا اور رہائی اُسوقت پر منحصر رکھی جسوقت اشیائے ہند اُسکے جہاز پر چڑھ جائین۔ اسقدر اختیار البتہ سوداگرون کو اُسنے دیا کہ اگر وہ چاہین تو گرفتار افسرون کو اپنی ضمانت پر چھوڑ لین۔ اس مین کلام نہین کہ اس تدبیر کے عمل مین لانے سے انگریزون کا دلی منشا اسوقت پورا ہوگیا مگر اسکے بعد ہی فوراً انھین یہ حکم ملا کہ اب وہ نہ یہان آڑھت ہی قائم کرسکتے ہین اور نہ قرضہ وصول کرسکتے ہین بلکہ اسی دم ساحل سے نکل جائین۔ اس برے سلوک کا باعث پرتگالی جیسواٹز کی سازشین بتائی گئی ہین۔ خیر یہ جو کچھ بھی ہو

مگر مسٹر ہنری مالی نقصان کے علاوہ اس ملک مین اپنے ہم وطنون کے حق مین برائی بھی کرتا گیا اسلئے کہ آیندہ ان کے پھر اُس دیار مین آنے پر باشندون سے نیک سلوک کی توقع ہرگز نہین رکھ سکتے تھے۔

سورت سے یہ سیاح برابر ساحل کے کنارے کنارے دابول پہونچا۔ اس مقام پر پہلے تو انکی بہت کچھ آؤ بھگت ہوئی پھر بہت جلد معلوم ہوا کہ مقامی گورنر انکی تجارتی منفعت کے اسباب کی بیخ کنی کرنے کی خفیہ تدابیر کر رہا ہے۔ بحر احمر مین یہ سیاح پھر پلٹ آیا اور باشندگان موکھا کے ہاتھ جو ظلم اور سختی اُٹھائی تھی اُسے یاد دلا کر اُسکے معاوضہ مین اُن سے کچھ نقد حاصل کیا۔ اسکے ماسوا جتنے ہندی جہاز راہ مین اُسے ملے اُن سب کو روک لیا اور صرف تبادلۂ اجناس پر انھین مجبور نہین کیا بلکہ اپنے دل خواہ شرائط تبادلہ کے ماننے پر اُنہین مجبور کیا اس بدنما کارروائی سے وہ اپنے کو ایک ایسی پوچ و لچر وجہ پیش کر کے بری الذمہ کرنے کی کوشش کرتا ہے جو کسی طرح تسلیم نہین کی جا سکتی۔ بحیرۂ ہند سے اسنے جزائر جاوا کی راہ اختیار کی۔ اس سفر مین اُسکا جہاز ایک چٹان سے ٹکرا گیا جسکی وجہ سے سخت نقصان اُٹھانا پڑا جسوقت جہاز زیر مرمت تھا اُسنے ڈوٹن کو انگلستان روانہ کر دیا اسکا ارادہ تھا کہ اُسکے بعد خود وطن واپس جائے۔ مگر وہ کچھ ایسے مرض مین مبتلا ہوا جس کی شدت سے جان بر نہو سکا اور جاوا مین مرگیا۔

۱۶۱۱ء مین کمپنی نے ایک جہاز موسومہ گلوب کپتان ہپین کے ماتحت روانہ کیا۔ اس مہم کی غرض ساحل کارامنڈل مین تجارتی تعلقات قائم کرنے تھے ایک ڈچ مسمّٰی فلارسیں بھی اس جماعت کا رکن مقرر ہوا۔ ماہ جنوری مین یہ سیاح

روانہ ہوئے اور جولائی مین راس گیلی واقع سیلون سے ہوتے ہوئے ساحل ناگاپٹام پر وارد ہوئے۔ ساحل مذکور پر قیام نکر کے سیدھے پالیکٹ کی طرف جہان خرید و فروخت مین بہت کچھ منفعت کی امید تھی بڑھ گئے۔ انکے وارد ہونے کے دوسرے ہی دن وانوارسک جو ساحل مذکور کی ڈچ آبادیونکا پریسیڈنٹ تھا انکے پاس پہونچکر مطلع کیا کہ اُسکے ہم وطنون نے شاہ مارسنگا سے جسکی مملکت مین شہر مذکور واقع تھا ایک قول لے لیا ہے جس سے کل مغربی اقوام کو اُس دیار مین تجارت کرنیکی قطعاً ممانعت ہوگئی ہے تاوقتیکہ بادشاہ مارسیں کی سند اُنکے پاس موجود نہو۔ اسکے جواب مین انگریز کپتان نے کہا کہ۔ انگلستان کے بادشاہ کی سند بیشک میرے پاس موجود ہے اور اسے مین کافی و وافی سمجھتا ہون۔ اسپر ان مین سخت کلامی ہونے لگی۔ مگر گورنر بندر نے یہ کہکر کہ "تم سب شاہ زادی قندماہ کے جلوہ افروز ہونے تک جسکے ہاتھ مین اس سرزمین کی عنان حکومت ہے اور جو عنقریب رونق افزا ہوا چاہتی ہین۔ جھگڑے کو ملتوی رکھو" فساد روک دیا۔ ہر رائل ہائنس لہندا احتشام جلوہ افروز ہوئین۔ مگر جسوقت کپتان ہیپن نے ملاقات کی درخواست کی تو شاہ زادی نے یہ کہلا بھیجا "اسوقت فرصت نہین ہے کل دیکھا جائیگا" ایسے جواب سے ہیپن کو کب تشفی ہوتی وہ سیدھے وزیر کی خدمت مین حاضر ہوا۔ وزیر نے اس کو اس امر کا یقین دلایا کہ فی الواقع ڈچون کے قول مین کہ انھین اس بندر مین کامل اختیارات حاصل ہین سرمو فرق نہین۔ اگر سوداگری کرنا چاہتے ہو تو ڈچون سے اجازت حاصل کرلو۔ ہیپن نے یہ سمجھکر کہ ڈچون سے اجازت حاصل کرنے مین وہ کسی طرح بھی کامیاب نہین

ہوسکتا ہے تو پیٹا پالی چلا گیا۔ اس مقام پر ایک مختصر سی آڑھت بنا کر مسا ئیپٹام کی جو اسوقت صنعتی چیزون کا ایک عظیم الشان مرکز تھا راہ لی۔ شہر مذکور کے گورنر نے نہایت مستعدی کے ساتھ ان سے معاہدہ کرلیا۔ مگر ایمانداری کے بدلے وہ بالکل دغا اور فریب کی چالین چلنے لگا۔ وہ صریحًا جھوٹ بکتا اور مکرر اسپر زور دیتا "مین مسلمان ہون۔ عیسائی ہونیکی حیثیت سے تمھین لازم ہے جو مین کہون اُسپر ایمان لاؤ" انگریزون نے بھی اب بے ایمانی سے کام لینا ٹھان لیا مگر چند تاجرون کے ذریعہ معاملات سُدھر گئے۔ اسکے بعد یہ عازم بنتام ہوئے۔ یہان سے ہوکر پاٹین کو گئے۔ سنہ ۱۶۱۲ء کی ماہ جون مین شہر مذکور مین نہایت ہی دھوم دھام سے وارد ہوئے اپنے بادشاہ کا خط سونیکی طشت مین ہاتھی پر رکھے ہوئے جھنڈے اور پھریرے اُڑاتے جارہے تھے اور اُنکے ساتھ کے گویئے گاتے اور ناچتے ہوئے دھوم دھام سے ملکہ کی خدمت مین حاضر ہوئے ملکہ مسرور ہوکر بہت ہی تپاک سے ملی اور جن امور کے تمنائی تھے اُنھین اسنے عطا بھی کیا ملکہ کا حکم صادر ہوا کہ فرقہ انگلشیہ کارخانہ تعمیر کرسکتے ہین۔ اسی مقام پر کپتان نذر اجل ہوگیا جسکی وجہ سے اسکے ساتھ کے چند سیاح افسردہ خاطر ہوکر سیام چلے گئے۔

سنہ ۱۶۱۱ء مین کپتان جان سارییس کے ماتحت تین جہاز موسومہ۔ کلو۔ ہکڑا اور ٹامس روانہ ہوچکے تھے۔ چونکہ اس کپتان کی سیر و سیاحت ہند کے کسی حصہ سے تعلق نہین رکھتی لہذا اسکے اس سفر کی تشریح کی ضرورت نہین سمجھی گئی اور کچھ یون ہی مختصر طور پر بیان کیا جاتا ہے کہ جسوقت یہ بحر احمر پہونچا

تو وہان کپتان مڈلٹن سے جو اسکے پیشتر نکل چکا تھا ملاقات ہوئی۔ دونون کپتانون کی جماعت کچھ عرصہ تک باہم متفق ہوکر دریائی لیٹرون کا پیشہ سرگرمی کے ساتھ کرتی رہی سنہ ۱۶۱۲ع مین سارییس بنتام جو مشرق اقصی مین انگریزون کی تجارت کا اعلی مرکز سمجھا جاتا تھا پہونچا جب یہان نفع کی کوئی صورت نہ نکلی تو ملاکس گیا جزایر مذکور دیسی امرا کی خانہ جنگیونکی وجہ اور ڈچ اور پرتگالیونکی باہم لڑائی کے باعث جو موخر الذکر قوم بتائید ہسپانیان مجمع الجزائر - اپنی اپنی قوت اور اختیارات بڑھانے کے لئے کررہی تھی بالکل تباہ وبرباد پایا۔ باشندگان ہالینڈ (ڈچ) اسوقت تک کل غیراقوام کو ان جزائر سے نکال دینے مین کامیاب ہوچکے تھے اور انگریزون کو یہان پہونچتے دیکھکر اپنی بلیغ کوششین کچھ تو دھمکی اور کچھ انگریزان مذکور کی نسبت غلط بیانیون سے کام مین لارہے تھے کہ دیسی اعلی سردار انسے کسی قسم کا کوئی تعلق پیدا نکرین۔ مگر سارییس سا دوراندیش اور معاملہ فہم کپتان کب چوکنے والا تھا۔ ایک جہاز اپنی چالاکیون سے خاطرخواہ لونگون کے بورون سے معمور کرکے فراندو واقع جاپان کا عازم ہوا تاکہ اُس مشہور خطہ مین جہان مغربی اقوام کے آنیکی قطعًا ممانعت کا دستور سابق کی طرح اسوقت جاری نہ تھا تعلقات پیدا کرے۔ گورنر سے اسنے ملاقات کی۔ اسکے اور اسکے ساتھیون کے خاطرو مدارات بھی ہوئے۔ بلکہ فراندو مین ایک آڑھت قایم کرنیکا انھین سہارا بھی ملگیا مگر بہت جلد یہ بھی معلوم ہوگیا کہ خواب تھا جو کچھ کہ دیکھا جو سُنا افسانہ تھا۔

ایسٹ انڈیا کمپنی اسوقت تک آٹھ مہمین روانہ کرچکی تھی۔ اور کل مہمون کا

نتیجہ مجملاً بہت ہی مفید ثابت ہوا۔ شائپی کے ایک پرحسرت انجام سفر کا ذکر علیحدہ رکھکر بھی کمپنی کو سیکڑہ ایکسو اکہتر[۱۷۱] پونڈ نفع ہوا۔ لہذا مسٹر مل ایک بدیہی استدلال مترشح کرتا ہے کہ کمپنی کے اوائل کی سیر و سیاحت اور انتظام اسفار مابعد کی نسبت کمال ہوشیاری اور احتیاط سے ضرور سر انجام پایا تھا اسلئے کہ بعد کے اسفار مین تجارت نے وہ نفع نہین پیدا کیا جو اوائل کے اسفار پیدا کر چکے تھے۔ بااین ہمہ اس ایک امر سے کبھی چشم پوشی نہین کی جا سکتی کہ اوائل کے مہمون کے جہاز کے طیار کرنے مین جو رقمین صرف ہوئی تھین اُس سے کہین زیادہ مابعد کے مہمون کے جہاز کی تیاری مین صرف ہوئین۔ اسکے علاوہ نفع کی میزان کا اسقدر بڑھجانے کی سب سے بڑی وجہ تو یہ تھی کہ اوائل کے مہمون مین جہاز عموماً لوٹ کے مال سے لدے ہوئے لوٹے۔ یہ وہ زمانہ تھا جسوقت تجارت زور اور جبر سے کی جاتی تھی۔ قومی جماعت کے حصہ مین عموماً منفعت رہا کرتی۔ المختصر ابتدائی مہمون کے سر کرنیوالے سیاح اپنے ہمراہ صرف منفعت تجارت ہی لیکر نہ آئے بلکہ ساتھ ہی ساتھ انھین مال غنیمت کا بھی اضافہ کرتے آئے۔[۵۱]

---

[۵۱] مولوی عبد الکریم صاحب۔ بی۔ اے۔ مصنفہٗ تاریخ ہند (اُردو) انگریزون کے ابتدائی اسفار کی منفعت تجارت بیان کرتے ہوئے یون رقم پرداز ہین۔ "اُسی طرح بارہ برس کے اندر نو مرتبہ انگریز سوداگرون نے مشرق کا سفر کیا اور اُن کو فی صدی ایک سو اکہتر[۱۷۱] پونڈ نفع ہوا" مورخ مذکور کے الفاظ سے یہ مطلق ظاہر نہین ہوتا کہ مال غنیمت نے انگریز تاجرون کے منافع کا یہ تخمینا لگایا برخلاف اسکے مورخ کے الفاظ صاف عیان کرتے ہین کہ ۱۷۱ پونڈ فی صدی خالصاً تجارت کی منفعت تھی۔

تجارت ہند نے رفتہ رفتہ جب قومی اغراض کی صورت پکڑی تو ۱۶۱۴ء
مین بادشاہ جیمس نے سر ٹامس رو کو جہانگیر کے دربار مین سفیر بناکر روانہ کیا کہ
شہنشاہ ہندوستان کے ممالک کے صدر بنادر مین سوداگری کی اجازت
حاصل کرے سنہ ۱۶۱۵ء کی چوبیسوین جنوری کو دو جہازون کے ہمراہ جنکے
کپتان پی ٹن اور بوٹن تھے گریوزاینڈ سے روانہ ہوا اور ستمبر مین نہایت
شان وشوکت کے ساتھ سورت پہونچا۔ پھر وہان سے نومبر کی پندرہوین
کو برہانپور پہونچکر شاہزادہ پرویز سے جو اپنے والد کی غیرحاضری مین اُنکا قائم مقام
تھا ملاقات کی۔ شہنشاہ چونکہ اسوقت اجمیر مین فروکش تھے لہذا رو نے اجمیر کا
ارادہ کیا۔ دسوین جنوری کو اجمیر پہونچکر دربار عام مین حاضر ہوا اور بادشاہ
جیمس کا نامہ مع تحائف ونذر کے پیش کیا۔ بڑے تپاک سے اسکی خاطر ومدارات
ہوئی اور اسے یقین دلایا گیا کہ آج تک کسی ترک یا ایرانی سفیر کی کبھی ایسی عزت
افزائی نہین ہوئی تھی۔ دوسرے بار جب وہ حاضر دربار ہوا تو اُسے اور ارکین
سلطنت سے بھی اعلیٰ جگہ بیٹھنے کے لئے ملی اور جسوقت سفیر مذکور نے اُن تشدد
اور تکالیف کا جو سورت اور احمد آباد مین انگریزی تجارت کو برداشت کرنے پڑے
تھے اظہار کیا تو شہنشاہ کی طرف سے انکی تلافی کا بھی اُسے یقین دلایا گیا۔ کچھ
عرصہ تک سفیر مذکور اپنی التجا کی منظوری کا منتظر رہا۔ مگر وہی فتنہ پرداز مقرب خان
جسنے اسکے پیشتر ہاکنس کا پالنہ پلٹ دیا تھا اسکی راہ مین بھی کانٹے کی طرح حائل
ہوگیا۔ انگلستان کا یہ دشمن جان (مقرب خان) اسوقت دربار ہی مین موجود
تھا بلکہ اسوقت تو اسکی تائید مین اور دو شخص آصف خان وزیر اعظم اور خرم پسر کلان

جہانگیر بھی تھے۔ واقعی یہ حیرت کا مقام ہے کہ ایسے زبردست مخالفون کے درمیان کیونکر وہ ٹھہر سکا۔ اور اس مخالف فرقہ کی سخت فتنہ پردازیون کے ساتھ بھی اُسکے استقلال اور دور اندیشیون نے اُسے شہنشاہ جہانگیر سے ایک فرمان حاصل کرلینے مین کامیاب کیا گو یہ فرمان بالکل اُسکے مطابق تھا جسکا وعدہ کیا گیا تھا اور جسکا یہ امیدوار بھی تھا۔ جہانگیر کی طرف سے اُسے بادشاہ انگلستان کے نام ایک نامہ بھی دیا گیا تھا۔

سفارت مذکورہ کا نتیجہ گو بالکل بیکار نہ رہا اسکے ساتھ بھی دیسی تجار اور پرتگالیون کے اختیارات انگریزون کی نسبت کچھ ایسے زبردست تھے کہ سر ٹامس رو باوجود فرمان کی مثل ایک شے حاصل کرلینے کے بھی اپنے ہم وطنون کو اُسپر پورا بھروسہ کرنیکی اطمینان نہ دے سکا۔ انگریزون کو اُسنے یقین دلایا کہ تجارت کی حقیقی منفعت کا کل انحصار دیسی سوداگرون اور حکام سے خفیہ بندوبست کرلینا ہے۔

ہند سے باقاعدہ تعلق پیدا ہونے اور اُسکے اطراف وجوانب کی بحری راہون سے بخوبی آگاہ ہوجانے کے بعد اس نواح کی سیر وسیاحت چونکہ چندان دلچسپی پیدا نہین کرسکتی لہذا وہ شاذ درج تواریخ کی گئی ہے انگریزون کی حالت بسا اوقات دیگر مشرقی اقوام کے رشک وحسد سے معرض خطر مین رہا کی۔ یہ اقوام ہند مین اپنے اختیارات بہت کچھ بڑھا چکی تھے اور جبتک اُنسے ہو سکا انگریزون کے ساتھ وہی برتاؤ کرتے رہے جو کسی نئے انداز اور مداخلت بیجا کرنے والے کے ساتھ کئے جاتے ہین۔ ابتدا ہی سے پرتگالیون کے اختیارات اور حقوق علی الخصوص

یہان قائم ہوچکے تھے مگر ان کی بحری طاقت انگریزون سے اس درجہ گھٹ کر
تھی کہ شاید ہی کبھی اُنھون نے بغیر شکست کے انگریزون سے تاب مقابلہ لایا ہو
غرض کہ انگریز اور ڈچون کے درمیان ایک مدت تک جھگڑے اور فساد
ہونے کے بعد آپس مین معاہدہ ہوگیا۔ بروئے عہدنامہ ایک کونسل بنام
کُونسل آف ڈفنس" قائم ہوا جس مین شرائط عہدنامہ کے طے کرنے کے لئے
ہر کمپنی کے چار افراد منتخب ہوئے۔

گو عہدنامہ تیار ہوچکا اسکے ساتھ ہی اُسکے شرائط کچھ ایسے بینڈے
اور ایسی ایسی پیچیدگیون سے وابستہ تھے کہ بہت ہی جلد پھر ایسے ایسے بکھیڑے
پیدا ہوگئے جو بجز عظیم نااتفاقی کے اور کچھ پیدا نہین کرسکتے تھے۔ ان دو قومون
درمیان عداوت کچھ اس درجہ ترقی کرگئی کہ ڈچ اپنی زبردست قوت کو کام
مین لاکر ایمبوینا کے ظالمانہ اور وحشیانہ کشت وخون کے مرتکب ہوگئے
ملاکس کے مجمع الجزائر مین اول الذکر نام کا ایک جزیرہ زرخیزی اور شادابی مین
بہت مشہور تھا۔ قرنفل اسمین بکثرت پیدا ہوتا تھا۔ اور اسی صدر مقام پر دونو
کمپنیون کا صدر مقام بھی واقع تھا ڈچون نے ایک قلعہ بھی یہان تعمیر کرلیا تھا
جس مین تخمیناً دو سو سپاہ رہا کرتی تھی۔ برخلاف اسکے شہر کے ایک معمولی مکان
مین گنتی کے کُل اٹھارہ انگریز جو عہدنامہ کے رو سے اپنے کو محفوظ سمجھتے رہا
کرتے تھے۔ ڈچون کو اپنے ایک جاپانی ملازم پر دغا کا شبہ پیدا ہوا۔ اسپر وہ
فوراً گرفتار کرلیا گیا اور شکنجہ مین کسکر جانکنی کے عذاب مین مبتلا کیا گیا۔ اقبال جرم
کے اس ظالمانہ طریقہ کی بدولت وہ اُس سے یہ دریافت کرلینے مین کامیاب

ہوگئے کہ اُسکے (جاپانی کے) چند ہموطن انکے قلعے کا محاصرہ کرنیکی سازشین کرچکے ہین پھر اُس جاپانی کے یاران وطن کو بھی اسی طرح شکنجہ مین کسکر ڈچون نے موت کا خوف دکھایا تاکہ اُس سازش کی اصل حقیقت کھل جائے. عین اُسوقت جسوقت جاپانی ان سنگدلون کے پنجہ ظلم کا شکار تھے انگریز حسب دستور اپنے کاروبار مین مشغول قلعہ کے اردگرد آجارہے تھے۔ بعضون نے محض معمولی طور پر جاپانیون کی بدنصیبی کو دریافت بھی کرلیا اور ان کا یہ پوچھنا ہرگز تجاہل نہ تھا۔ ایک انگریز ڈاکٹر ایبل پرائس جو شراب کے نشہ کی بدمستیون کے جرم مین یہان مقید تھا صبح کو یکایک اُسے کہا گیا کہ اُسکے ہموطن بھی اس سازش مین شریک ہین. ڈاکٹر نے اس جرم سے سراسر اپنی لاعلمی ظاہر کی۔ مگر وہ اس سختی سے شکنجہ مین کسا گیا کہ اُسے اپنے سنگدل سزادہندون کی مرضی کے موافق اقرار کئے بغیر چارہ نہ تھا۔ فوراً کپتان ٹاورسن اور دیگر انگریز اراکین کو ڈچ گورنر سے آکر ملنے کی اطلاع دی گئی۔ یہان پہونچتے ہی انگریزون کی حیرت کی کوئی انتہا نہ تھی۔ جب بجائے ملاقات کے اپنے کو پابہ زنجیر پایا۔ ان کے مال و متاع کے ضبط ہوجانیکے علاوہ اسکی بھی تاکید کی گئی کہ سازش مین جس حد تک وہ شریک ہوچکے ہین اور جس قدر اُسمین حصہ لیا ہے۔ من وعن اقبال کرین. گو لاکھ لاکھ قسمین کھا کھا کر انھون نے اپنی بے گناہی کا اظہار کیا مگر کچھ شنوائی نہوئی۔ ہر ایک کو نیم جان کرکے شکنجہ مین کسا اور یون ہر ایک کی جُدا جُدا تحقیقات ہوئی۔ انکی جگرخراش چیخ کی آواز بہت دور تک باہر ان کے ساتھیون کے کان تک پہونچتی تھی مگر کر کیا سکتے تھے۔

پابدست دیگرے دست بدست دیگرے۔ جانکنی کی شدت اور عالم نزع کی

مصیبت مین اون کے جلاد جو کچھ اُنسے کھلوایا چاہتے تھے اُسکے اقرار کرنے پر
یہ مجبور تھے۔ جرائم کے اقبال کرانے کا یہ وحشیانہ طریقہ خود اسکی بین دلیل ہے
کہ یہ بدنصیب گرفتاران بلا پنجہ موت سے صرف اپنی عزیز جانون کے بچانے کیلئے
ان الزامون کے اقرار کرنے پر مجبور ہوئے۔ خصوصًا دو شخصون نے ایک تو وہ
جسے ٹاورسن نے حلف دیا۔ اسنے فورًا وہ شہادت جو خود اپنے اور ٹاورسن کے
خلاف دی تھی واپس لے لی مگر خونخوار آلہ کے استعمال سے پھر اُسے اقبال جرم
کرنا ہی پڑا۔ دوسرا وہ ایک شخص جسنے یہ خواہش ظاہر کی تھی کہ وہ سچ کہا چاہتا ہے
اُسکا یہ جملہ سرکشی پر محمول کیا گیا اور شکنجہ مین ایسا پھنسا کہ جب تک اُسنے سازش
کے متعلق ایک ایسی من گڑھت گپ جس سے اُن ظالمون کی تشفی ہوتی بیان نکیا
چھٹکارا نہ پا سکا۔ مقدمہ بعد تحقیقات کے حکام کے روبرو پیش ہوا معمولی طور
پر چند سوالات ان سے کئے گئے۔ ڈچ اراکین نے جرائم کی صرف ایک فہرست
پیش کر دی کہ یہ الزامات ان پر عائد ہوئے ہین۔ حکام نے انھین مجرم ٹھہرا کر یہ
فیصلہ کیا کہ کپتان ٹاورسن اور اُسکے ساتھیون مین سے نو قتل ہون اور باقی
رہا کر دیئے جائین۔

مجرمون کو اسقدر اجازت ملی کہ مرنے کے پیشتر ایک دوسرے سے مل لین
ڈچون کا ایک پادری انکی تلقین کے لئے بُلایا گیا۔ اس پادری کے روبرو بدنصیب
انگریزون نے سچے دل سے اپنی بے گناہی کا اقرار کیا۔ سیموئل کالسن نے
باآواز بلند کہا "اے خدا جس طرح اس جرم سے مین پاک ہون اُسی طرح تو مجھے میرے
اور گناہون سے پاک کر اور اگر اس جرم کا مین ذرہ بھر بھی مرتکب ہون تو خدایا

بہشت کی سلطنت کی کل مسرت بخش نعمتین مجھپر حرام ہو جائین" اس پر دیگر بد نصیبون نے "آمین! آمین!" کا نعرہ بلند کیا۔ پھر سبھون نے ایک دوسرے سے اپنی اپنی خطائین بخشوائین۔ اسکے بعد جلّاد نے خنجر سے ان کا سر تن سے جدا کیا ایک سیاہ کفن جس سے کپتان کی لاش لپیٹی گئی تھی اُسکی قیمت ان کے دشمنون سے انگریز سوداگرون سے ادا کی۔

انگریزون کا جوش غضب جو زری زری بات پر بھڑک اُٹھتا ہے کبھی اس درجہ شعلہ زن ہوتے دکھائی نہین دیا تھا جس درجہ کہ اس وحشی اور ظالمانہ کارروائی کی خبر سے مشتعل ہوا۔ قوم کی قوم غیظ و غضب کے انگارون پر لوٹنے لگی۔ سارے انگلستان مین "انتقام انتقام" کا ہیبتناک عام شور برپا ہو گیا کورٹ آف ڈائرکٹرس نے ایک نقشہ بنواکر اور اُس مین ان کل مظلومون کی خوفناک مرگ اور موت کی بےکسی اور کس مپرسی کی تصویر مع ایذا اور جفاؤن کے ہر ہر پہلو کے کھینچکر تمام شہر مین بٹوا دیا۔ اخبارات بھی نہایت سرگرمی سے لوگونکے جوش غضب کو اشتعال دینے پر کمر بستہ ہو گئے۔ انگریزون کا جوش کچھ ایسا بڑھا کہ ڈچ رزیڈنٹ کو اپنے ہموطنون کے امن و حفاظت کے لئے پریوی کونسل مین درخواست کرنی پڑی۔

ہیرے صاحب کہتے ہین کہ "مسٹر مل جو برابر قوم کی حمایت مین لگے رہتے ہین اس ظالمانہ سانحہ کی نسبت یہ خیال کرنیکی طرف جھک پڑتے ہین کہ واقعہ مذکورہ انگلستان مین کسیقدر مبالغہ کی دوربین سے دیکھا گیا۔" بقول مورّخ مذکور "مسٹر مل ڈچ لعینون کے سر شیطانی فطرت اور ابلیسانہ طینت کا الزام دھرنا

ناپسند کرکے اس امر کو قرین قیاس بتاتے ہین کہ تجارت کی مخالفت اور منفعت سے رشک اور حسد پیدا ہوجانے سے جو عداوت اور کدورت پیدا ہوگئی تھی وہ انکے دشمنون کو (انگریز) مجرم سمجھنے کا باعث ہوئی۔ ایسی صورت مین عجب نہین جو انپر مقدمہ دائر کردیا ہو۔ پھر ایسے متعصب دل سے جو سچائی کی تحقیقات مین بالکل اندھا بنا ہوا ہو فیصلہ کرڈالا ہو اسکے بعد بے رحمی سے قتل بھی کرڈالا ہو۔ شکنجہ بیشک ایک بیہودہ اور ناروا آلہ سزا تھا مگر وہ تو اسوقت تک ہالینڈ اور دیگر مغربی سلطنتون مین جرائم کے اقبال کرانے کے لئے استعمال مین لایا جاتا تھا۔ دونون اقوام ان دور و دراز ممالک مین حکومت کے اختیارات سے بالکل باہر تھے اور کسی قسم کے قانونی ضوابط اور قواعد کی جکڑبندیون کے اندر وہ نہین آسکتے تھے۔ اسکے علاوہ دونون کے دونون بہت سی ظالمانہ اور وحشیانہ حرکات کے مرتکب تھے"۔ مسٹر مل کے اس پرزور ریمارک کو راستی پر مبنی کئے بغیر چارہ نہین۔ مسٹر مرے دبی زبان سے اس کی صداقت تسلیم کرتے تو ہین مگر ساتھ ہی یہ فرماتے بغیر نہین رہتے "چاہے جو بھی ہو مگر اس موقعہ پر تو ڈچون نے عمداً اس سنگدلی سے یہ ظالمانہ کشت و خون کرکے اپنی گردن پر ان مظلومون کے خون کا ہار گران لیا"۔

پہلے تو جسوقت ڈچون سے اس معاملہ کی نسبت تفتیش ہوئی تو کچھ یونہی سا جواب محض بے پرواہی سے دیدیا۔ مگر پھر جب انگریزون نے ان کے جہازون کو دریا پر روکنا شروع کردیا تو یہ دیکھکر کہ معاملہ اب کچھ اور رنگ

پکڑا چاہتا ہے تحقیقات کی اجازت دیدی ۱۶۵۶ع مین انجام تحقیقات یہی ہوا کہ مقتولون کے پس ماندون کو ڈچون کی طرف سے ۳۶۱۵ پونڈ ملے۔ دیگر مظالم اور وحشیانہ برتاؤ کے پاداش مین انگلستان نے اور ۸۵۰۰۰ پونڈ کی رقم حاصل کی۔ ایمبونا کی سانحہ جگر دوز نے انگریز اور ڈچون کی تجارت متحدہ کی بیخ کنی کر دی جو پہلے سے سمجھی جا چکی تھی کہ کبھی قائم نہین رہ سکتی۔ اسکے بعد بھی کچھ دنون تک انگریز بنتام مین جو اُنکے مغربی مقبوضات کا صدر مقام تھا مقیم رہے۔ بالآخر دشمنون کی کثرت اور ہندوؤن کی مخالفت سے تنگ آکر مقام مذکور سے قدم اُٹھا لینے پر مجبور ہوئے۔ صرف ساحل سماٹرا مین چند انگریز برائے نام رہگئے۔

بہت کچھ تمنائین خلیج فارس پر کارخانہ قائم کرنے کے لئے کی گئین۔ ایک انگریزی جنگی بیڑا نے پرتگالیون کے مقابلہ مین شاہ ایران کی فوج کی مدد کرنے مین اتفاق کیا۔ اور ۱۶۲۲ء مین پرتگالیون کو اُن کے آرمز کے بیش قیمت مقبوضات سے نکال باہر کر دیا جو مقام اسوقت تک بحر نیستی مین غرق ہے اس خدمت گزاری کے صلے مین شاہ ایران نے انگریزون کو مال غنیمت سے صرف حصہ ہی نہ دیا بلکہ قلعہ گامبرون مین آڑھت قایم کرنیکی اجازت بھی دیدی۔

ہند مین سورت بہت دنون تک انگریزون کی تجارت کا صدر مقام رہا اور ہر سال بڑی بڑی رقمین انگلستان سے اس آڑھت مین آتی رہین ۱۶۶۲ء مین انفنیٹا ئن کیتھرائن کی شادی چارلس دوم سے ہونے پر انگریزون کو ایک نعمت غیر مترقبہ ہاتھ آگئی۔ یعنی جزیرہ بمبئی انگلستان نے جہیز مین حاصل کیا۔

پس یہ سب سے پہلی بار انگریزون کے سرزمین ہند مین ایک مُلکی قبضہ اختیار مین آیا مگر جزیرہ مذکور کی تحصیل جب اُسکے اخراجات کے لیئے ناکافی ثابت ہوئی تو حکومت انگلستان نے ۱۶۶۸ء مین اُسے کمپنی کے حوالہ کر دیا۔ اس جزیرہ کے پاتے ہی کمپنی نے اپنی آڑھت سورت سے اس مقام مین منتقل کر دیا اور جب سے مغربی ہند مین بمبئی ان کا صدر مقام قرار پایا۔

اس عرصہ مین مشرقی سواحل مین انکی قیامگاہ بہت ترقی کر رہی تھی۔ کچھ دنون تک کارامنڈل دوسرے درجہ کا صدر مقام تصور کیا جاتا تھا۔ پالیکٹ اور مچھلی بندر کی بنا پڑ نیکا ہیپن کے سفر مین بیان ہو چکا ہے مگر موخر الذکر مقام کو ڈچون کے رشک و حسد نے تباہ و برباد کر دیا۔ ۱۶۲۵ء مین انگریزون نے آمیگم مین ایک ٹکڑہ زمین حاصل کر کے اُسپر ایک آڑھت قائم کی اور مغل شہنشاہ نے پیلی واقع اُڑیسہ مین ایک آڑھت قائم کرنیکی اجازت بخشی ان سامانون کے باوصف چونکہ تجارت کی پوری حفاظت کے لیئے ایک قلعہ کی تعمیر ضروری سمجھی جاتی تھی لہٰذا ۱۶۴۰ء مین مدراس پتام مین ایک دیسی حاکم سے اجازت حاصل کر کے ایک قلعہ بنا لیا اور اسکا نام قلعہ سینٹ جارج رکھا جو بعد کو سواحل کارامنڈل کے آبادیون کا صدر مقام قرار پایا۔

انگریزون کی سیر و سیاحت کا تذکرہ جو اوراق ماسبق مین درج ہوئے اُنسے صاف ظاہر ہے کہ اُن کی مہمین خالصاً شخصی تھین۔ جو اکتشاف۔ تجارت اور لوٹ مار سے مخلوط تھین اور فتح یا ملک گیری کے اغراض سے بالکل مبرّا۔ لہٰذا انکے قلعے جو اسوقت تک تعمیر ہو چکے تھے بجز تجارتی مال و اسباب کے محفوظ اور سلامت رکھنے کے اور کوئی کام اُن سے لینا متصور نہ تھا۔ ان قلعون کو ملکی اقتدار یا قبضہ پیدا کرانے سے

کسی قسم کا تعلق نہ تھا۔ سنہ ۱۶۵۹ع کے پیشتر کبھی انگریزون کے خیالات موخر الذکر اغراض کی طرف رجوع نہوئے مگر اس ارمان کے پورا کرنے کے اسباب اسوقت تک بہم نہ پہونچے تھے۔ اسلئے کہ صرف چند مختصر رقبے زمین کے مدراس او بمبی کے نواح مین انکے ہند کے سارے املاک کا مجموعہ تھے اسکے ساتھ بھی انگریز برابر ان ملکون اور قصبون اور دیہاتون کو خرید لینے پر مستعدی سے آمادہ رہے جنھین دیسی روسا نے فروخت کرنا چاہا یا کسی طرح ترغیب دے دلا کر انھین منتقل کرانے پر راضی کرالیا ایسی ایسی ترکیبون سے سواحل کارامنڈل مین تنگا پتام کا رقبہ انگریزون نے حاصل کیا۔ اور اُسکے بعد بھی اُسمین فوج بھر لیا اور قلعہ سینٹ ڈیوڈ کے نام سے نامزد کیا۔ اسکے ۹ نوبرس بعد انگریزون نے بہت وسیع اور زبردست زمینداری حاصل کرلی۔ وہ زمینداری کلکتہ کی زمینداری تھی۔

ناظرین! ایسٹ انڈیا کمپنی کو ہمنے کلکتہ پہونچا دیا۔ اب مناسب معلوم ہوتا ہے کہ تمہید مین جس مقام پر ہمنے انھین چھوڑا ہے وہین سے اپنی تاریخ کا سلسلہ آغاز کرین۔ کچھ دیر تک تو مختصر طور پر ہمین بنگالہ کے چند واقعات سے بھی وابستہ رہنا ہوگا۔ اسلئے کہ اُن کے بیان کئے بغیر یک بیک کلکتہ کی تاریخ کا آغاز نہین کیا سکتا لہذا آپکو مسٹر بوٹن کے اُس معالجہ کی یاد دلاکر جسکے صلہ اور معاوضہ مین انگریزون کے کارخانے ہگلی اور بالاسر مین تعمیر ہونے کے علاوہ سلطان شجاع صوبہ دار بنگالہ کے عہد مین تجارتی اجناس پر محصول بھی معاف کیا گیا اپنی کتاب کا سلسلہ شروع کرتا ہون سلطان شجاع کے بعد میر جملہ اور میر جملہ کے بعد شایستہ خان بنگالہ کے عہدہ گورنری پر مامور ہوئے۔ شایستہ خان کے عہد گورنری مین ڈینس اور فرانسیسی

اقوام نے بنگالہ مین بڑی بڑی آڑھتین قائم کین۔ ڈچون نے چنسورہ مین کارخانہ قائم کیا فرانسیسون نے چندن نگر اور پرتگالیون نے سرامپور مین۔ بدقسمتی سے انگریزون کے کارخانہ کی بنیاد بنگالہ کے اُسوقت کے خاص صدر مقام یعنی شہر ہگلی کی ناف مین پڑی اور شایستہ خان اور انگریزون کے اُن بیشمار فتنہ وفساد کا باعث بھی یہی ہوا جسکا آخر نتیجہ یہ ہوا کہ انگریزون نے اس شہر سے چند روز کے لئے عارضی طور پر کنارہ کشی کی۔

وہ تین برس جنمین شایستہ خان کو ملکی ضرورت کی وجہ سے اور طرف معروف رہنا پڑا اور اُسکی جگہ بنگالہ کے عہدۂ صوبہ داری پر فدائی خان اور سلطان محمد یکے بعد دیگرے مامور ہو گئے تو اُسکی اس غیرحاضری سے انگریزون نے بہت کچھ فائدہ اُٹھانے کی کوشش کی جسمین وہ خاطرخواہ کامیاب بھی ہوئے ۱۶۷۶ء مین انگریز تاجرون نے شہنشاہ عالمگیر سے ایک فرمان حاصل کیا جس سے بنگالہ مین تجارت کو وسعت دینے کی انھین اجازت ملی اور اسکے عوض حکومت کو صرف تین ہزار روپے سالانہ انھین دینے پڑے۔ فرمان مذکور کے ذریعہ ایسٹ انڈیا کمپنی نے اب بنگالہ مین آزادانہ قیام بھی حاصل کرنا چاہا (اسکے پیشتر حکومت مدراس کے وہ تابع تھے) انکی یہ غرض پوری کرنے کے لئے ۱۶۸۱ء مین مسٹر جاب چارنک بنگالہ کے کل کارخانون کا پہلا گورنر مقرر ہو کر آیا۔ اسوقت انکی بڑی بڑی آڑھتین بنگالہ کے مختلف مقامات ہگلی ڈھاکہ۔ قاسم بازار وغیرہ مین قائم ہو چکی تھین۔ گورنر یا اعلیٰ ایجنٹ کا فرودگاہ شہر ہگلی تھا۔ اگرچہ ابتک اس گورنر نے کوئی قلعہ تعمیر نہین کیا تھا تاہم اُسے اپنے عہدۂ جلیلہ کے زینت دینے کے لئے انگریز سپاہ کی ایک مختصر سی جماعت اپنے پاس رکھنے کی اجازت حاصل تھی۔

شایستہ خان اور انگریز سوداگرون کے مابین فتنہ وفساد محض ادنی اور خفیف وجوہ سے پیدا ہوتے رہے ۱۶۸۲ء مین صوبۂ بہار مین یکایک ایک بغاوت پھوٹ پڑی جو فوراً فرو بھی کردی گئی۔ باغیون مین مگر کچھ عرصہ تک اسقدر جوش وخروش باقی رہا کہ شہر پٹنہ کا وہ بدستور محاصرہ کرتے رہے۔ دوران محاصرہ مین باغیون کے دست تعدی نے پٹنہ کے قرب وجوار کے انگریزی کارخانون کو کوئی گزند نہین پہونچایا۔ یہ ایک ایسی بات تھی جسنے خواہ مخواہ شایستہ خان کے دل مین جو اسوقت اپنے عہدۂ گورنری پر تعین تھا۔ انگریزون کی جانب سے بدگمانی پیدا کردی۔ مبادا یہ قوم باغیون کے معاملات مین الجھی ہوئی ہو۔ اس خیال سے حاصل شدہ فرمان شاہی کی کچھ بھی پروا نہ کرکے شایستہ خان نے انگریزون کی تجارت کو ایک لخت موقوف کردی۔ ۱۶۸۵ء مین فرقۂ انگلشیہ نے پھر گنگا کے دہانہ پر ایک قلعہ تعمیر کرنے کی درخواست کی تاکہ دیگر انگریزی جہازون کو جنھین کمپنی سے کوئی تعلق نہین ہے اور جو برابر دریا کے اس مقام سے بڑھ آنے کی (شہر مین نکل آنے کی) کوشش کرتے رہتے ہین روک وے سکین۔ شایستہ خان نے درخواست مذکورہ کو صرف نامنظور ہی نہین کیا بلکہ اس قسم کی درخواست پیش کرنیکی جرأت کے پاداش مین انگریز سوداگرون کے اس تین ہزار روپے کے سالانہ خراج پر جو بر روئے فرمان شاہی انھین ادا کرنا پڑتا تھا مزید اضافہ کردیا۔ بلکہ شہنشاہ عالمگیر سے اس امر کا بھی خواستگار ہوا کہ آیندہ سے اُسکے اختیارات اور اثر انگریزون پر اور بھی بڑھا دیے جائین۔

صوبہ دار بنگالہ کے ایسے ایسے برتاؤ سے ایسٹ انڈیا کمپنی کچھ ایسی کھسیانی سی ہوئی کہ فوراً بادشاہ جمیس کے پاس شایستہ خان کے خلاف اعلان جنگ

کرنیکی عرضی پیش کی نیز بوقت ضرورت عالمگیر سے مقابلہ کرنیکی بھی اجازت مانگی۔ جنگ مذکور جو اس کمپنی کی ناعاقبت اندیشی کا نتیجہ تھا نہ تو پورے جوش کے ساتھ جاری ہوکا اور نہ کامیابی کے ساتھ انجام ہی پایا۔ اسلئے کہ شہر کے کل سکونت پذیر سوداگر دیسی باشندون سے عموماً مراسم دوستانہ اور بغایت صلح کے ساتھ ملجلکر رہنا پسند کرتے تھے جسے اصول کو تجارتی منفعت کا معیار وہ تصور کرتے تھے۔

سنہ ۱۶۸۶ء مین کمپنی نے پھر ایک بیڑا چاٹگام کے فتح کرنے اور ایک مستحکم قلعہ بنانیکی غرض سے روانہ کیا۔ بیڑا مذکور کو یہ بھی ہدایت کی گئی کہ اس مہم کو بحسن و کامیابی انجام دیکر ڈھاکہ پر دھاوا کرے اور نواب ڈھاکہ سے بجبر انگریز سوداگرون کے حقوق واپس لے اس بیڑا کا اعلی افسر ایڈمیرل نکلسن مقرر ہوا۔ تقدیر سے مگر کیا چارہ۔ راہ مین اسکے کچھ جہاز بلاخیر طوفان سے تتر بتر ہوگئے اور کچھ تو بھٹک کر گنگا کی مشرقی جانب ہوتے ہوئے ہگلی آنکلے۔ اسوقت ہگلی کی شاہ راہ پر نواب کے کچھ سپاہیون اور انگریزون مین چھیڑ چھاڑ شروع ہوگئی جو بالآخر ایک عظیم فساد ہوگئی اسے دیکھکر انگریزی بیڑا نے ہگلی پر گولہ باری شروع کردی۔ جسکا نتیجہ یہ ملا کہ خود انگریزون کا بہت کچھ مالی نقصان ہوا۔ انکے بہت سے مال واسباب کے علاوہ قومی تاجرون کا کارخانہ بھی برباد ہوا۔ یہ تو خود انکی گولہ باری کا نتیجہ تھا پھر جب نواب کو اسکی خبر ہوئی تو اُسنے بغاوت کے پاداش مین انگریزون کے کل کارخانون پر جو۔ پٹنہ۔ مالدہ۔ ڈھاکہ اور قاسم بازار مین واقع تھے قبضہ کرلیا۔ اور ایک بڑی فوج کو ہگلی پر چڑھائی کرنیکا حکم دے دیا۔ مسٹر چارنگ جسکے سر کلکتہ کی بنیاد ڈالنے کا سہرہ بندھا ہے اسوقت بنگالہ کی انگریزی نوآبادیون کا گورنر تھا۔ اسنے ہگلی کو غیر محفوظ مقام سمجھکر کل انگریزون کو اپنے ہمراہ لیکر سوتا نوٹی کے دیہات مین جو اس دار السلطنت کا حصہ ملحقہ

سے ہٹ آیا۔ یہ نقل مقام ۱۶۸۶ء مین واقع ہوا لہذا سال مذکور کلکتہ کا بنیادی سال کہا جا سکتا ہے۔

سال آیندہ کی ابتدا مین مسٹر چارنک دریائے ہگلی کی نشیب کی طرف بڑھکر ہجلی کو قیام گاہ بنایا۔ مقام مذکور کے دریا کے دہانہ پر واقع ہونیکی وجہ سے صحت پر آب وہوا کا مضر اثر پڑتا تھا۔ اسوقت خوش نصیبی سے نواب سے چند روزہ صلح ہوگئی اور مسٹر چارنک اپنے ہمراہیون کو ساتھ لیکر کلکتہ واپس چلا آیا۔ نئی چھیڑ چھاڑ پھر شروع ہوگئی۔ تازے جھگڑے اور فساد پھر برپا ہوگئے اور کپتان ہیتھ کی جو ۱۶۸۸ء مین انگلستان سے یہان وارد ہوا جلد بازی اور تند مزاجی نے صوبہ بنگالہ مین انگریزی تعلقات اور معاملات کا بالکل خاتمہ کر دیا افسر مذکور نے اُن بُرے اثر کو جو اُسکی پیش قدمی سے ملکی باشندون کے دل پر پڑ سکتا تھا بے سوچے سمجھے کل انگریزون کو اپنے جہاز پر سوار کر کے یکایک بالاسر کے زرخیز خطہ پر چڑھائی کر دی۔ تیس ۳۰ توپ کے مورچون پر قبضہ کرنے کے بعد اس شاداب ملک کو غارت اور برباد کر دیا۔ اسکے بعد چاٹگام پر چند بے سود حملے کئے اور نواب کے اُن شرایط کو جو صلح کے باب مین پیش ہوئے تھے مطلق گوش گزار نہ کر کے کل انگریز سوداگرون کو جہاز پر لیکر سیدھا مدرس روانہ ہوگیا۔ اس طرح پر ۱۶۸۹ء مین کچھ دنون کے لئے بنگالہ سے انگریزون کا تعلق بالکل منقطع ہوگیا۔

بنگالہ سے انگریزون کا قطع تعلق اور شایستہ خان کا عہدۂ صوبہ داری سے مستعفی ہونا ایک ہی وقت وقوع مین آیا۔ انگریزون کی نظرون مین اس گورنر کے اطوار اور برتاؤ ظالمانہ اور وحشیانہ دکھائی دیتے ہین۔ مگر اسکے تسلیم کئے بغیر چارہ نہین کہ فرقۂ انگلشیہ بسا اوقات گورنر مذکور الصدر سے بے موقع چھیڑ چھاڑ کرتا اور جا و بیجا

اسکے اشتعال کو بھڑکا رہا ہے۔ علاوہ برین مغربی سوداگرون کے برتاؤ شہر مین عموماً سفلہ اور گستاخانہ ہوتے رہے ہین۔ شایستہ خان کے ہموطن برابر اُسے کمال عزت اور وقعت کی نگاہ سے دیکھتے ہین اور مرحوم کو ملک کا سچا بہی خواہ اور جان نثار تصور کرتے ہین اُسکی نوازش خسروانہ۔ عنایات کریمانہ اور الطاف بے کران زبان زد خلائق تھے۔

سنہ ۱۶۸۹ء مین نواب شایستہ خان کے عہدۂ گورنری سے مستعفی ہو جانے کے بعد شہنشاہ عالمگیر نے نواب ابراہیم خان کو بنگالہ کی عہدۂ صوبہ داری پر مامور فرمایا نواب موصوف فن سپہگری سے جس درجہ بے بہرہ تھا اُسی درجہ حرفت و تجارت کا گرویدہ تھا۔ اور یہی باعث تھا کہ صوبہ دار مقرر ہونے کے بعد عالمگیر کے اُس فرمان سے جس مین انگریز سوداگرون کو مدراس سے بنگالہ واپس بلانے کی ہدایت کی گئی تھی از حد خوش ہوا۔

عالمگیر کی طرف سے صوبہ دار بنگالہ کے نام ایسے فرمان کے جاری ہونیکا باعث بتاتے وقت مورخ مختلف الرائے نظر آتے ہین۔ بعضون کے خیال کے مطابق چونکہ انگریزی جنگی جہاز سواحل ہند کے مختلف مقامات پر مغلون کے جہاز لوٹنے لگے تھے اور ہند سے بغرض حج مکہ و مدینہ منورہ جانے والے جہازون کو روک لیا تھا۔ اس لئے عالمگیر نے انگریزون پر یہ عنایت کر کے اُن کے ناہنجار پیشہ سے باز رکھنا چاہا۔ مگر مسٹر ٹڈیڈیون رقم طراز ہین کہ "عالمگیر اپنے ملک مین مغربی اقوام کی تجارت کو اپنے خزانہ کی ترقی کا ذریعہ خیال کئے ہوئے تھا اسلئے نواب ابراہیم خان کو انھین مدعو کرنے کے لئے لکھ بھیجا" بہرحال ایسا فرمان صوبہ دار بنگالہ کے لئے باعث

مسرت ہوا اور اُسنے خوش ہوکر انگریزون کو بلوا بھیجا۔ پہلے تو مسٹر چارنک نے بنگالہ آنیسے
یہ کہکر کہ تا وقتیکہ انگریزون کو بیکران عنایات اور حقوق نہ عطا کئے جاینگے وہ نہین آسکتے
قطعًا انکار کردیا۔ ایسی رعایتین اور اختیارات بھلا عالمگیر کب بخشنے والا تھا۔ چارنک
نے جب اپنی دال گلتے نہ دیکھی تو چار ونا چار سنہ ۱۶۹۰ء مین نو آبادی کے کل انگریز سوداگرون
کو ہمراہ لیکر بنگالہ آہی گیا۔ دوسرے ہی سال سنہ ۱۶۹۱ء مین انگریزون نے شہنشاہ
عالمگیر سے ایک فرمان حاصل کیا جس سے بنگالہ مین بغیر کسی قسم کی مزاحمت کے
تجارت کرنے کی انھین اجازت حاصل ہوگئی۔ تجارتی اجناس پر معمولی محصول معاف
کردیا گیا اور چنگی بھی ادا کرنی نہ پڑی۔ صرف تین ہزار روپے سالانہ بطور نذر انھین
ادا کرنا پڑے۔ مابعد کے چار سال کے اندر انگریزون کی تجارت معرض خطر مین
پھر ڈانوا ڈول ہوتے دکھائی دی۔ ایک دفعہ تو سنہ ۱۶۹۲ء مین جسوقت سلطان المعظم
خلیفة المسلمین نے عالمگیر کو لکھ بھیجا کہ کل مغربی اقوام سرزمین ہند مین شورے کی تجارت
کرنے سے ایک لخت روک دیئے جاوین اسلئے کہ جنس مذکورہ سے ٹرکی کے مسلمان
باشندون سے لڑنے کے لئے وہ بارود تیار کرتی ہین اور دوسری دفعہ سنہ ۱۶۹۵ء مین
جبکہ مشہور عالم انگریز دریائی لٹیرا کپتان کِڈ نے مغلون کے چند جہاز جو بغرض حج
بیت اللہ عربستان جارہے تھے دریا پر لوٹ لیا تھا۔ ہر دو واقع پر شہنشاہ عالمگیر
کے جوش غضب کی انتہا نہ تھی اور ان کی تجارت کو ایک لخت بند کردینے کا حکم صادر
فرمایا۔ مگر تجارت و حرفت کا شیدا نواب ابراہیم خان کے الطاف و عنایات نے
ہر دو موقعون پر انگریزون کی تجارت کو عالمگیر کے قہر و غضب سے پامال ہونے نہ دیا
بنگالہ کے انگریز سوداگر مدتون سے یہ دیکھتے چلے آتے تھے کہ مدراس اور بمبئی

کے انگریز تاجر شہنشاہ دہلی کی برہمی کے وقت بھی بلا کسی قسم کی مزاحمت کے اپنی اپنی تجارت بدستور قائم رکھ لیتے ہین جسکی وجہ انھون نے یہ سمجھی کہ بمبئی ایک قلعہ بند جزیرہ ہے اور آغوش مدراس مین ایک قلعہ تعمیر ہوچکا ہے اب انھین بھی کلکتہ مین ایک قلعہ تعمیر کرنیکی فکر دامنگیر ہوئی۔ مگر انکی تکمیل خواہش کا حکم نہ تو شہنشاہ دہلی کی طرف سے ملا اور نہ نواب بنگالہ نے اجازت دی۔ بالآخر خوش قسمتی سے چند واقعات کی پیچیدگیان کچھ ایسے بیڈھب اور متواتر وقوع مین آئین کہ انگریزون کی مُنہ مانگی مراد برآئی اور سنہ ۱۶۹۶-۹۷ء مین کلکتہ کا **فورٹ ولیم** تیار ہوگیا[۱]۔ ذیل کے سطور واقعات مذکور کی بالتشریح توضیح کرتے ہین۔

---

[۱] مرقومہ بالا سطور سے صاف عیان ہے کہ سنہ ۱۶۹۵ء ہی سے انگریزون کو کلکتہ مین قلعہ تعمیر کرنیکی فکر دامنگیر ہوئی تھی۔ اور اس منصوبہ کے پورا کرنے مین جیسا آگے چلکر معلوم ہوگا انھون نے بڑے بڑے حیلے اختراع کیئے اور بالآخر کامیاب بھی ہوئے ان امور پر نظر کرنے سے صاف ظاہر ہے کہ قلعہ کی تعمیر سے اُنکی اصل غرض مال تجارت کو محفوظ رکھنا نہ تھی بلکہ حکام اُون سے مقابلہ کرکے کسی طرح اپنی تجارت قائم رکھنا تھی لھذا اگر نواب سراج الدولہ نے اس خبر سے کہ قلعہ کہنہ ولیم مین فرقہ انگلشیہ جدید اضافہ کررہا ہے انکے مرمت کرنے کے بیان کو غلط سمجھکر پورنیہ کی سمت سے انکی سرکوبی کیلئے عنان پھیری تو ہرگز مقام تعجب نہین سنہ ۱۶۸۵ء مین گنگا کے دہانہ پر شایستہ خانسے انگریزون کا ایک قلعہ تعمیر کرنے کے لیے ملتجی ہونا۔ پھر بار بار حقوق و رعایات کا خواستگار ہونا۔ نیز موقعہ ملتے ہی ہمیشہ قلعہ بنانے کی درخواست کرنی انکی ایسی خود غرضی تھی جو سراج الدولہ سے چاہے وہ کیسا ہی بے پروا گورنر ہو ہرگز پوشیدہ نہین رہسکتی تھی اصوبہ دار بنگالہ کی حیثیت سے اگر سراج الدولہ نے انکی بات کو دروغ سمجھکر کلکتہ

۱۶۹۶؁ء مین بردوان کا راجہ کرشنا رام نے اپنے ایک زمیندار رعیت سوبھا سنگھ پر کچھ تشدد کیا۔ موخر الذکر نے فوراً چند سپاہیون کو مجتمع کیا اور ایک دستہ بے دل اور ناخوش سپاہیون کا جو رحیم خان کے ماتحت تھا آملا۔ اس اضافہ کے ساتھ اُسنے ایک عظیم بغاوت برپا کی۔ بردوان پہونچتے ہی راجہ کا فیصلہ اسنے تلوار سے کر دیا۔ اسکے بعد قرب وجوار کے کل دیہات اور قصبون کو تباہ وبرباد کرتا ہوا ہگلی پہونچا۔ شہر مذکور کا محاصرہ کر کے اسپر قبضہ کر لیا اور فوجدار شہر کو نکال باہر کیا جو غریب خواستگار امداد ہوکر وہان سے نواب کی طرف جان لیکر بھاگا۔

بغاوت مذکورہ جسوقت طول کھینچکر فرو ہوتے دکھائی نہ دی تو مغربی سوداگرون

بقیہ نوٹ صفحہ ۵۰: پر حملہ کیا اور انکے قدم سے خاک بنگالہ کو پاک کرنا چاہا تو اپنے فرائض منصبی کی تکمیل مین اپنے کو نہایت مستعد ثابت کیا۔ یہ دوسری بات ہے کہ اُسکے اس حملہ سے تجارت اور حرفت کی بیخ کنی ہوتی تھی یا اُسکے ضمن مین اموات بیت الاسود کا سانحہ جگر خراش جسپر کل مورخین کا اتفاق بھی نہین ہے وقوع مین آگیا اور اگر فی الواقع کالی کوٹھری کی سانحہ کے ثابت کرنیوالے مورخون کے پرزور قلم کے آگے دب جانا پڑے (جو افسوس ایسا نہین ہے اسلئے کہ حال کے قابل بنگالی مصنفونکے تصانیف نے واقع مذکور کو سربسر غلط ثابت کر دیا ہے) جب بھی کسی طرح سانحہ مذکور کا بانی سراج الدولہ قرار نہین دیا جا سکتا۔ خود مسٹر ہالول جسنے بالتشریح اس سانحہ کا خاکا کھینچا ہے نواب کو اس سے بری الالزام کرتا ہے۔

قتل عام ایمبونا سے ابتداے بلاک ہول کسی طرح بڑھکر نہین ہو سکتا پھر سراج الدولہ جیسے اس حسرتناک سانحہ سے ذرہ بھی تعلق نہین یون بے رحم مورخون کے بدلگام اشہب قلم کے ٹاپون کے نیچے مسلا جا رہا ہے سراسر افسوسناک ہے سراج الدولہ نے وہی کیا جو اپنے منصب کے مطابق اُسنے اپنا فرض سمجھا تھا۔

نے اسوقت اور اس موقع سے کام لینا چاہا۔ کلکتہ کے انگریز۔ چنسورہ کے ڈچ اور چندن نگر کے فرانسیسی سوداگرون نے نواب کی خدمت مین التجا کی کہ حکومت کے جان نثار اور سچے بہی خواہ اور باغیون کے جانی دشمن ہونیکی حیثیت سے انھین بس اتنی اجازت ملجاتی کہ ایسے پرخطر وقت اور پرآشوب زمانہ مین اپنے اپنے کارخانون کی قلعہ بندی کرکے اپنی اپنی حفاظت کرلیتے۔ انکی گزارش کے جواب مین نواب کے یہ الفاظ تھے "تم اپنی اپنی حفاظت کرلو" پھر کیا تھا۔ بجلی کیطرح مدتون کے تمنائی قلعہ کی تعمیر پر آگرے آن کی آن مین اپنے اپنے قلعے تعمیر کرلئے۔ چونکہ اُسوقت انگلستان کی تخت پر شاہ ولیم سوم مسند نشین تھا لہذا انگریزون نے اپنے فرمان روائے وقت کے نام سے اپنے قلعہ کو نامزد کیا۔

رجوع بہ واقعات بغاوت۔ چنسورہ کے ڈچون کی مدد سے پھر بہت جلد ہگلی پر نواب کا قبضہ ہوگیا۔ بغاوت فرو ہوگئی۔ سوبھا سنگھ بردوان واپس چلا آیا مگر اسکے ساتھی باغی رحیم خان کو اپنا سردار بنا کر ندیا اور مرشد آباد کے تاخت و تاراج کو بڑھے سوبھا سنگھ کے دم واپسین کا عالم ایک مشہور اور حسرتناک فسانہ ہے۔

ضلع بردوان کے تاراج اور راجہ کو تہ تیغ کرنے کے بعد ہی سوبھا سنگھ نے اُسکی بھولی لڑکی کو گرفتار کرلیا۔ یہ نوجوان دوشیزہ حسن اور عفت دونون مین برابر شہرۂ آفاق تھی۔ بردوان واپس آکر اس عصمت کی دیبی کو اُسنے بجبر رام کرنا چاہا۔ غیرت دار دلیر لڑکی نے ہاتھا پائی کی علامت و آثار دیکھتے ہی ایک تیز چھُری جو پیشتر ہی سے جامۂ تن در دمندمین نہان رکھی تھی۔ فوراً نکال لی اور قبل اسکے کہ اس مرتد کا ناپاک ہاتھ اُسکے دامن عصمت کو چاک کرتا اُسکے نازک ہاتھ نے اُس تیز چھُری کو اُس شہوت پرست کے

سینہ مین بھونک دیا اور معاً اُس مہلک آلہ کو اپنے جگر مین بھونکتی ہوئی فرش زمین پر چادر
خون مین لپٹی پڑی دکھائی دی اور یون اپنا نیک نام دنیا مین یادگار چھوڑ کر خوش
خوش عدم کو راہی ہوئی اُس ملعون نے خاک و خون تڑپ تڑپ کر کچھ عجیب بے بسی
سے طوعاً و کرہاً موت کے خوفناک فرشتہ کو اپنی جان حوالہ کی اور اپنا پلید نام دنیا مین
تنفر اور حقارت سے یاد کئے جانے کے لئے چھوڑ گیا۔ یہ تھا اخیر عبرتناک انجام اُس
مرتد کا جسنے سرزمین بنگالہ مین تین تین غیر مختلف اقوام کو قلع تعمیر کرنیکا موقع دیا۔
سوبھا سنگھ کے خوفناک مرگ کے بعد بنگالہ کے عہدۂ گورنری پر ۱۶۹۶ء سے
۱۷۱۲ء تک عالمگیر کا نواسہ شاہزادہ عظیم الشان یونہین برائے نام مامور رہا۔
درحصل صوبہ بنگالہ سے اس شہزادے کی حکومت کا سلسلہ ۱۷۰۶ء مین جسوقت شہنشاہ
عالمگیر کی انتقال کے بعد اپنے والد بہادر شاہ کو دہلی کی تخت پر بٹھانے کی غرض سے
تائید کرنے گیا تھا منقطع ہو گیا۔ اسکے بنگالہ کے عہد حکومت کا سب سے بڑا واقعہ یہ ہوا
کہ ۱۶۹۸ء مین کلکتہ کے انگریز سوداگرون کے کل سابق حقوق مین اسنے مزید اضافہ
کر دیا اور قصبات سوتانوٹی۔ کالی کوٹھا اور گوبندپور کو ایک بڑی رقم پر جس کی
ضرورت اپنے باپ بہادر شاہ کو تخت پر بیٹھانے کے وقت کے لئے محسوس کر چکا
تھا فروخت کر دی۔

مرشد قلی خان جو ایک برہمن کا لڑکا بتایا گیا ہے اور جسے اُسکے بچپن مین ایک ایرانی
تاجر نے خرید کر کے بطریق اسلام تعلیم و تربیت کی تھی اپنی ذاتی محنت اور استقلال کی
سعی سے ایسی ترقی کی کہ ۱۷۰۱ء مین صوبہ بنگالہ کا دیوان مقرر ہوا۔ دیوان مذکور اور
شاہزادہ عظیم الشان صوبہ دار بنگالہ کے مابین کچھ تنازع بھی ہوئے جس سے عداوت

ایسی بڑھی کہ آخر الذکر اول الذکر کی جان لینے کا درپے ہوگیا مگر قتل کرنے مین کسی طرح
کامیاب نہوا۔ عظیم الشان کے دہلی جانے کے بعد مرشد قلی خان اپنے عہدۂ دیوانی کے
باوصف مسند گورنری کو بھی زینت دی۔ اسکی اس جدید تقرری کو اُس زمانہ سے تعلق
ہے جس وقت فرخ سیر محاربہ آگرہ مین جہاندار کو قتل کرکے تخت پر بیٹھ چکا تھا۔

مرشد قلی خان بنگالہ مین بیرونی تجارت کو خصوصاً جو مغل اور عربون کے ہاتھ
مین تھی ترقی اور وسعت دینے مین ہمہ تن سرگرم تھا۔ البتہ انگریزون کی پولیٹکل قوت
سے جو فورٹ ولیم کی تعمیر سے انھین حاصل ہو گئی تھی اور اُن آزادیون سے جو شاہان
دہلی کے فرمان سے انھین ملکئی تھین سخت برہم تھا۔ بنگالہ کا گورنر ہوتے ہی اُسنے
انگریز سوداگرون پر اجناس تجارت پر معمولی مقررہ محصول کے ادا کرنیکا احکام جاری
کردیا۔ ان جدید احکام کے پیچ سے بچنے کے لئے انگریزون نے شہنشاہ فرخ سیر کی
خدمت مین بمقام دہلی ایک سفارت روانہ کی۔ ظاہر ہے کہ ایسے گورنر کے خلاف
جو بنگالہ سے برابر وقت معینہ پر خراج وصول کرکے دہلی روانہ کرتا ہو اور جس نے اپنی
مستعدی اور دیانت داری کا کافی ثبوت بھی شہنشاہ دہلی کو پہونچا دیا ہو سفارت
مذکور کوئی خاطر خواہ نتیجہ نکالکر نہین واپس آسکتی تھی۔ مگر خوبیٔ قسمت سے پھر ایک ویساہی
موقع منجانب اللہ سفارت کو پیش آگیا جو پہلی پہل سرزمین بنگالہ مین ان کے قدم
جمانے کا باعث ہوا تھا۔ جسوقت سفارت دہلی مین مقیم تھی اُسوقت شہنشاہ فرخ سیر
کی شادی مین جو ایک حوروش راجپوت کی لڑکی سے طے پا چکی تھی بوجہ علالت تاخیر
ہو رہی تھی۔ اسی کشمکش مین ڈاکٹر ہملٹن کو جو برٹش سفیر کے ہمراہ تھا علاج کرنے کیلئے
طلب کیا گیا۔ اس ڈاکٹر نے بھی شہنشاہ کے علاج مین آن کی آن مین اعجاز عیسوی کا

نمایان اثر دکھادیا۔ شہنشاہ نے غسل شفا کیا اور اپنے قدیم بزرگون کے دستور کے موافق یون ارشاد کیا۔ "بتاؤ ڈاکٹر کیا چاہتا ہے۔" ہملٹن نے بوٹن کی پالیسی کی تقلید کی اور اپنی قوم کی اغراض کو اپنی ذاتی منفعت پر ترجیح دیکر یون عرض پرداز ہوا۔ سفارت کی درخواست قبول ہو۔ شہنشاہ کو ڈاکٹر کے ایسے سوال پر جس سے کسی قسم کا نفع اُسکی ذات خاص کو نہ تھا ہنسی آئی مگر چونکہ وعدہ کر چکا تھا فرمایا۔ "اچھا سفیرون کی التجا قبول ہوگی" سفارت نے مندرجہ ذیل مدعائین پیش کی۔

(۱) بنگالہ مین کمپنی کیلئے اجناس تجارت پر محصول معاف کیا جائے۔

(۲) کلکتہ کے اردگرد کے اڑتیس ۳۸ دیہات اور قریون کے خرید لینے کی کمپنی کو اجازت بخشی جائے۔

(۳) مرشدآباد کے دارالضرب مین ہر ہفتہ تین روز کمپنی کے سکے مسکوک ہون۔

(۴) کمپنی کے مدیون کو (خواہ دیسی یا انگریزی) حکومت بنگالہ کمپنی کے افسر مقیم کلکتہ کے حوالہ کر دے۔

کچھ دنون کے توقف کے بعد پروانہ مذکور پر فرخ سیر کی مہر ثبت ہوگئی اور سفارت مذکورہ بحسن و خوبی فائز المرام ہو کر خرامان و شادمان بنگالہ واپس آئی۔ مرشد قلی خان نے زمینداروں کے نام پروانے جاری کر کے اپنی اپنی زمین کمپنی کے ہاتھ فروخت کرنیکی سخت ممانعت کر دی۔ اس دھمکی سے تو بیشک اُن اڑتیس ۳۸ دیہات کے خریدنے سے انگریز محروم رہے مگر اسکے علاوہ جتنی رعایتین انھین حاصل ہو چکی تھین وہ خود قیمت لازوال سے کب کم تھین اور اب سے خطۂ کلکتہ دولت اور آبادی مین روز افزون ترقی کرنے لگا مرشد قلی خان نے جب قضا کی تو اُسکا داماد جانشین ہوا۔ شجاع کے بعد اُسکا

بیٹا سرفراز نواب ناظم مقرر ہوا اور اُسکے کچھ دنون بعد گھیریا کی لڑائی نے علی وردی خان کے جلوس سے نظامت کے تخت کو زیب دیا۔

علی وردی خان کے عہد حکومت مین مرہٹہ قوم مغربی بنگالہ پر قابض ہو گئی تھی مگر محاربہ کٹاوہ کے عظیم جنگ مین نواب نے اُنھین شکست فاش دیکر نکال باہر کیا۔ محاربہ مذکور کے پرآشوب زمانہ مین مغربی بنگالہ کے بہت سے باشندے دریای ہگلی کے اُس پار سے آکر کلکتہ مین پناہ گزین ہوئے۔ اس موقع پر انگریزون نے نواب کی خدمت مین عرض کی کہ اگر اُنھین اجازت ملتی تو شہر کی حفاظت کے لئے چارون طرف عمیق خندق کھود لیتے انکی درخواست قبول ہو گئی اور ۱۷۴۲ء مین کام شروع ہو گیا۔ ابھی شہر کے کل نصف احاطہ تک یہ خندق کھودی گئی تھی کہ انگریزون کے دل سے مرہٹون کے حملے کا خدشہ جاتا رہا اور وہ دست بردار ہو گئے۔ نواب علی وردی خان انگریزون سے برابر نیک سلوک کرتے رہے اور کبھی انکی تجارت کو گزند نہین پہونچایا۔ گو انکے عہد گورنری مین مرہٹون کی یورش انگریزی تجارت کو وقتاً فوقتاً نقصان پہونچاتی رہی اسکے ساتھ بھی کلکتہ کو روزافزون ترقی اور عروج حاصل ہوتا رہا۔

علی وردی خان ایک جری اور جانباز شخص اور فن سپاہگری کا اعلیٰ نمونہ تھا گو اس بہادر سپاہی کی زندگی برابر لڑائی کے خونریز میدان مین بسر ہوتی رہی اُسکے ساتھ بھی خانگی زندگی مین یہ نہایت رحم دل اور ہر دل عزیز تھا۔ امور خانہ داری کے متعلق اسمین بہت سے اعلیٰ اوصاف اور قابلیت موجود تھی۔ آرم لکھتا ہے۔ "مشرقی حاکمون مین یہ ایک مستثنےٰ شخص تھا۔ حرم سے اسے دلی نفرت تھی۔"

شمس العلما مولوی ذکاء اللہ صاحب اس بہادر کا فوٹو یون کھینچتے ہین "اسّی برس

کی عمر مین استسقے کے مرض سے وفات پائی۔ ابتدائے جوانی سے اُسکو شراب اور رقص و سرود اور ممنوعات کے ساتھ رغبت نہ تھی۔ وہ صوم و صلوٰۃ اور تلاوت قرآن اور اوراد و وظائف کا پابند تھا۔ بہت سویرے اُٹھکر اول وقت صبح کی نماز پڑھتا اور پھر چند مصاحبون کے ساتھ قہوہ پیتا۔ خود حقہ نہین پیتا تھا مگر اپنے رفقا کو پلاتا تھا۔ دو گھڑی دن چڑھے دربار عام کرتا سب سردار اور اہالی موالی و ملازم اور ارباب حاجات حاضر ہوتے ہر شخص اپنا احوال عرض کرتا مقصد حاصل کرتا۔ پھر وہ خلوت مین جاتا وہان خاص رشتہ دار اور بعض مصاحب جمع ہوتے۔ شعر خوانی اور نقل و حکایات بیان ہوتے۔ کھانے کے بعد وہ سوتا کچھ سوکر وہ نماز پڑھتا اور پھر قرآن کی تلاوت کرکے عصر کی نماز پڑھتا۔ بعد عصر ایک ہی دفعہ شورہ یا برف کا پانی پیتا۔ اسکے بعد قال و عالم جمع ہوتے۔ حدیث و قرآن کا ذکر ہوتا .... دو گھڑی رات رہتی تو پھر وہی صبح کی نماز مین مصروف ہوتا"

ایک ہالول ہے جو اس بہادر کو اشد ظالم اور انصاف کا خون کرنیوالا بتاتا ہے۔ اُسکا بیان ہے کہ ایک دفعہ اُسنے بچشم خود پانچ ٹوکریان انسان کے سرون سے بھری ہوئین ایک کشتی پر اُسکے پاس جاتے دیکھین۔ اسی نبرد آزما صوبہ دار کے عہد گورنری مین ہالول کا ایک اور طعزاد بیان قابل ذکر ہے وہ کہتا ہے کہ مرہٹون نے شہنشاہ دہلی کے ایماسے بنگالہ پر تاخت کی تھی" آرمز اور صاحب سیر متاخرین کا خیال ہے کہ نظام الملک نے انھین اُدبھارا تھا مگر بسٹیڈ کے خیال کے بموجب یہ سب محض فرضی اوہام ہین اور رگھوجی بھونسلہ کو بغیر اُو بھارے گئے بہت سے منصوبے اس تاخت سے اُسکے دل مین موجود تھے۔

سے لئے دوش پر ہے وہ نعش ستی
مہادیو کا حال کیا ہے ر د ی

عنوان کا شعر ایک سنسکرت بیت کا ترجمہ ہے جو مہادیو (تباہ کنندہ دیوتا) کی اس وقت کے وحشتناک اور مجنونانہ عالم کا سچا فوٹو ہے جبوقت وہ اپنی معشوقہ کی لاش کاندھے پر لئے ہوے دیوانون کی طرح چارون طرف اُچھلتا کودتا تھا " پُرانِک ٹریجدی" مین دکشنا کا یہی ایک اہم واقعہ ہے - دکشنا ستی کا باپ تھا - کسی قربانی کی تقریب مین مہادیو کو اُس نے مدعو نہین کیا - بجز شیو (مہادیو) کے کل دیوتا مدعو ہوے ستی نے اپنے باپ سے اس بیرحمی کا سبب دریافت کیا - اسکے جواب مین اُسکے باپ نے مہادیو کی شان مین نامناسب الفاظ استعمال کرکے اپنی بیٹی کے ہرے زخم پر اور بھی نمک چھڑک دیا - اس ذلت وظلم کے برداشت کرنیکی تاب نہ لاکر ستی نے اپنے قالب سے روح نکالدی - یہ خبر وحشت اثر جبوقت مہادیو کو پہونچی تو آگ بگولا ہوکر اس سانحہ جگردوز کے مقام وقوع پر آندھی کی طرح نمودار ہوا اور فرش خاک سے اپنی جان از دل عزیز محبوبہ کی لاش کاندھے پر اُٹھا کر دیوانون کی طرح تڑپنے - کودنے اور سارے جہان کو زیر وزبر کردینے کی پیہم دھمکیان دینے لگا - دیوتاؤن نے اس آنے والی بلا کو روکنے اور اس نازل ہونے والے غضب سے بچنے کے لئے برہما کے توسل سے وشنو کی امداد کی خواستگاری کی اور اس خوفناک تباہ کنندہ کے دست تعدی سے جو دلدوز صدمات کے ہاتھون نقد خرد وسود اکی کان پہنچ چکا تھا خلایق کو بچا لینے پر کامیابی حاصل کی - وشنو نے ستی کی لاش پر اپنا آہنی کڑا پھینک مارا کڑے کی ضرب ایسی سخت پڑی کہ لاش کے

اکاون ٹکڑے ہوکر چشم زدن میں قطرۂ باران کیطرح ادھر اُدھر زمین پر گر پڑے - جہاں جہاں مقاموں پر
لاش کے ٹکڑے پڑے وہ وہ مقدس جگہ بنگئے - گویا وہ زمین ستی کے فیضان روح سے لبریز
تھی - ان اکاون مقاموں کے نام بتدریج ایک قصیدہ موسومہ پیٹھ مالا میں مندرج ہیں
اُن میں سے کلکتہ بھی ایک مقام ہے - کہا جاتا ہے کہ ستی کے دائیں پیر کا ننھا سا انگوٹھا
موجودہ دار السلطنت کے سامنے پڑا تھا - اس کا قدیم نام کلکتہ - یا کالی کاٹا
Calcutta or Kalikata جو زمانۂ سابق میں
Collekotta' Kalekota' Colleeotta" بھی لکھا گیا
ہے تھا - بلکہ کالی کھیترا Kalikshetra تھا - جس کے لفظی معنی
"میدان کالی" ہوتے ہیں - جس دیوتا کی ہیئت میں بموجب قصص اہل ہنود ستی
کی روح بعد کو ظاہر ہوئی کہا جاتا ہے کہ کالی کھیترا Kalikshetra کالی کھٹیا
Kalikheta سے بگڑ کر کلکتہ Kalikota کالی کوٹا
Calcutta بنگیا - بعضوں کے نزدیک کالی گھاٹا کی تخریب کال کاٹا
ہے اور بعضوں کی رائے میں مذکورہ بالا دو لفظوں (کالی گھاٹا اور کال کاٹا)
میں کسی قسم کا تعلق نہیں - مگر لفظ کلکتہ کا اشتقاق جو دیوتا کالی کے نام سے جس کا
مسکن فی الحال کلکتہ کا وہ مشہور مقام کالی گھاٹ ہے ہوا ہے پر بیشتر مشہور اور مستند اہل
قلم کا اتفاق ہے -

کالی کھیتر کی وسعت پیٹھ مالا میں سولہ میل کی بتائی گئی ہے - اور اُس رقبہ کو جسپر تقدس کا
ٹیکا لگا ہوا ہے دو میل کے دائرہ کا ایک مثلث بتایا گیا ہے - یہ مثلث دریائے گنگا کے
کنارے واقع ہے اور ہنود کی تثلیث کے تین قدیم دیوتا برہما - وشنو - سیوا - اسکے تین

زاویونپر کھڑے ہین اور کالی اسکے مرکز پر استادہ ہے۔
یہ مثلث نما جزیرہ جسکے شمال مین دکشنسورا اور جنوب مین بھولا ہے۔ قدیم کلکتہ سے
اسکی مشابہت ہونیمین شک کی مطلق گنجایش نہین۔ شمال مین چیت پور کا کہال۔ جنوب مین
آدی گنگا (اسوقت ٹالی نالا) مشرق مین آب شور کی جھیل۔ مغرب کی سمت دریائے
ہوگلی کچھہ ایسے حدود ہین کہ بارھوین صدی عیسوی مین کلکتہ کے دو میل کا ایک مثلث رقبہ
ہونیمین کسی قسم کا شک ہو نہین سکتا خصوصاً اسلیے کہ کھاری پانی کی جھیل سیالدہ کی دیب
قریب تک تھی اور آدی گنگا چورنگی تک پہنچی ہوئی تھی۔ مذکورہ بالا بیانات پر نظر کرکے اگر
یہ قیاس کیا جائے کہ "کالی" اور "کالی کھیترا" کی ہمعصری سے موجودہ خطہ کلکتہ کا
نام "کل کاٹا" ہو تو چندان بعید از فہم نہین۔
مسٹر اے کے رائے مختصر طور پر آیرین قوم کے دکشنا کی مملکت سے نقل مقام کرنے کا ذکر
اور آدیشر اور قنوج کے ویدک برہمنون کے حالات اور ولالاسین کے بنگالہ پر تسلط کرنیکا بیان
تحریر کرتے ہوئے اس امر کو ثابت کرتے ہین کہ آدیشر کے دربار کی رویداد مین کالی کی
پرستش کا ذکر کہین بھی مرقوم نہین ہے۔ اور اسکے بعد مرقومۂ ذیل بیانات اخذ کرتے ہین:-
"کہ خطہ کلکتہ باشندون کے بود و باش کے قابل بارہ صدی عیسوی کے پیشتر ضرور ہو چکا
تھا۔ آباد ہونیکے ساتھہ ہی وہ نامزد بھی ہوا۔ خطہ مذکور کا نام کالی کھیترا ہی تھا جسکی
وجہ تسمیہ کالی ہی کا نام ہے جس دیوتا کی پرستش بادشاہ ولالاسین کے عہد مین معدوم
تھی۔ یہ رقبہ زمین مثلث نما تھا جسکے تینون زاویون پر تین قدیم اور مقدس اور معتمد دیوتا
برہما۔ وشنو۔ سیوا مرکز کے دیوتا کالی کی خدمت گزاری اور نگہبانی کیلیے مستعدی
سے کھڑے رہتے۔ چونکہ اس نئے دیوتا کی پرستش کے رسومات قدیم زمانۂ جاہلیت کے

مطابق انسان اور دیگر حیوان کی قربانی سے ادا ہوتے تھے لہذا یہ بہت قرین قیاس ہے کہ ایسے دیوتا کا نالے اور آبشار جنگلے اور دل دل کے درمیان جہان خونخوار اور درندے جانور اور مار وکژدم بکثرت تھے اور جو حکومت کے پایۂ تخت سے کوسوں دور اور جہان تمدن کی روشنی پہنچ ہی نہ سکتی تھی رکھنا مصلحت سمجھی گئی ہو۔ اور کہ یہ بھی قرین قیاس ہے کہ اس حصہ کے لوگون مین بجز ماہی گیرون اور جنگلیون اور وحشیون کے اور کوئی بھی نہ تھا۔ البتہ کبھی کبھی برہمنون کا قافلہ اس خوفناک دیوتا کالی کو بھوگ چڑھانے کی غرض سے اس ہولناک جنگل مین آنکلتا تھا وہ وحشت انگیز دیوتا سیاہ اور خونخوار جسکی گردن مردون کی کھوپریون کا ہار پڑا تہا اور جو مہیب اور وحشت انگیز زبان اور دانتون کو نکالے ایسرین کے سینہ کو پیر تلے دابے رعونت کے ساتھ گویا انتقام کی کامیابی عیان کرتی ڈٹی ہوئی تھی ہندؤن کی قدیم حکایات اور قصائد بارہ صدی عیسوی سے لیکر پندرہ صدی عیسوی تک کا جو نقشہ پیش کرتے ہین اُس کا مختصر سا خاکہ ناظرین کے پیش کیا گیا۔

کالی کھیترا مرکز قصص تعہمات دکشنسور واقع بہ شمال اور بھولا بہ جنوب ہنود کی روایت کے بموجب گور کے بادشاہ وَلالا کے عہد مین ایک برہمن کے قبیلہ کو عطا کرنیکے قابل سمجھا گیا تھا۔ البتہ بادشاہ آدیشر کے ایام سلطنت مین کالی کھیترا کے وجود کا نشان کہین نہین ملتا ہے۔ مگر بادشاہ وَلالا کے عہد مین جو شہر مذکور کا متولی ایک برہمن تھا اُس کا پتہ ضرور ملتا ہے۔ یہ جو کچہہ ہو اسقدر عیان ہے کہ کالی کھیترا اور نہ کالی کوتا دونون مقامات سے ایک کا ذکر بھی بیر دس نے اپنے قصیدہ موسومہ منسا جسے ۱۴۹۵ء کے پیشتر اُس نے تحریر کیا ہے کہین بھی نہین لکھا۔ مذکور بالا غیر مشہور تاریخی شاعر نے تاریخ پڑھنے والے طلبا پر اس ہندوستان کے پایۂ تخت کیطرف اُس کی موجودہ نام کر ساتھ ایک اشارہ

کر کی جو سب سے اول اور معتبر ہے اور جسکی پیشانی پر صداقت کا ستارہ چمکتا ہے واقعی بہت بڑا
احسان کیا۔ اپنی تصنیف بپردس کے ہیرو کے سفر کے حالات دریائے ہوگلی کی سمت بیان
کرتی ہوئی وہ یون رقم پرداز ہے۔ تریوین سے گزرنے کے بعد پہلا مقام ہمارے ہیرو کو کمارہٹہ
ملا جو قدیم زمانہ مین برہمنون کا ایک نوآباد مقام تھا۔ (فی الحال اُس کا نام حالی شہر
ہے اور چوبیس پرگنہ مین واقع ہے) دائین جانب اُسے (ہیرو) ہوگلی کا شہر دکھائی دیا
x . x . x . x ۔ "سمت شمال سے جبوقت اُس کا ہیرو چیت پور سے ہو کر گزرتا
ہے تو کلکتہ کا نام وہ بیان کرتا ہے۔ اپنے ہیرو کے سلسلۂ سفر مین جس طرح اور اور
مقامون کا نام سرسری طور پر بتا گیا ہے اُسی طرح کلکتہ کی طرف بھی ایک اشارہ کر دیا ہے
البتہ بیتڑ کا تذکرہ وہ کچھ دیر تک کرتا ہے جو قدیم قلعہ کی دوسری جانب مع اپنی قدیم مندر
"بٹیاچاندی" کے واقع تھا اور جس مقام پر دیوتا کی پرستش کرنیکے لیے سوداگر اُترا کرتے تھے
بیتڑ تجارت کی منڈی تھا اور وہان ایک بازار بھی تھا۔ اسکے بعد وہ کلندا سے گزر کر
اُسکے ہیرو کا بیڑا کالی گھاٹ پہنچا۔ جہان اہل جہاز نے کالی کو بھوگ چڑھانے کیلئے قیام کیا
اسکے بعد یہ بیڑہ چوڑہ گھاٹ سے جو "کالی گھاٹ" سے چند میل کے فاصلہ پر واقع تھا
ہوتا ہوا بروئیپور پہنچا۔ مؤخرالذکر مقام کے نزدیک دریا پر ایک بھنور نظر آیا۔
جو کالی کی وجہ سے بہت ہی مقدس اور متبرک سمجھا جاتا تھا۔

شاعر مذکور کا بیان اس امر کو صاف عیان کرتا ہے کہ قدیم زمانہ مین "کالی گھاٹ"
اور "کالی کھیترا" دو مختلف مقامات تھے۔ لہذا یہ امر چندان قرین قیاس نہین کہ
"کالی گھاٹ" کی تخریب سے ہندوستان کے موجودہ دار السلطنت کا نام "کال کتا"
ہوا بلکہ یہ امر قرین قیاس ہے کہ اس خطہ نے اپنے قدیم نام "کالی کھیترا" کو "کال کتا" کی شکل مین چھپایا

صرف مانساہی ایک قدیم قصیدہ نہیں ہے جس کے مطالعہ سے قدیم زمانہ کے کالی گھاٹ اور اُسی نام کے دیوتا کے حالات سے ہم مطلع ہوتے ہیں بلکہ ایک اور بنگلہ قصیدہ جو ۱۵۷۷ء اور ۱۵۹۲ء کے وسط میں لکھا گیا ہے اوسکے ہیرو نے بھی اپنے سلسلۂ سفر میں کالی گھاٹ پر کالی دیبی کے بھوگ چڑہانیکی غرض سے منزل کی تھی۔ ایک تیسرے قصیدہ مصنفہ کھیم نند میں بھی کل دیوتاؤں سے امداد کی دعا مانگتے ہوے کالی کا نام آگیا ہے۔ پس ظاہر ہے کہ "کالی گھاٹ" کا وجود گو ۱۴۹۵ء کے پیشتر معدوم نہ تھا مگر ۱۵۹۲ء کے بعد اُس نے شہرت پکڑی اور اٹھارہ صدی عیسوی تک اُسکی شہرت پوری طرح پھیل گئی۔ کالی گھاٹ کی شہرت حاصل کرنیکا باعث کیا ہوا؟ کیا کالی گھاٹ اور کالی کھیتر دونوں نے دوش بدوش شہرت حاصل کی؟۔ ذیل کے بیانات سے مندرجۂ بالا سوالات روشن اور مبرہن ہوجائیں گے۔

سنہ ۸۲-۱۵۸۰ء میں شہنشاہ اکبر کے دربار میں ایک ہندو جو وزیر صیغۂ مال تھا بنگالہ میں وارد ہوا۔ یہ بہت ہی اعلیٰ قابلیت کا شخص تھا اور فنون جنگ میں بہت مہارت رکھتا تھا۔ سنہ ۱۵۸۲ء میں جسوقت بنگالہ کے خزانہ کا حساب وکتاب اُس نے آکر درست کیا تو باشندوں کے ساتھ اُسکے سلوک اور برتاؤ نہایت اچھے رہے۔ ہندوؤنکی کل جاگیریں اور زمینداریاں جو انہیں حاصل تھیں اُنپر اُن کے حقوق بدستور قایم رکھے ذرہ بھی تغیر وتبدل نہیں کیا۔ جسوجہ سے اُنمیں وہ ہر دلعزیز ہوا۔ اسکے بعد شہنشاہ اکبر نے مانسنگہ کو بنگالہ کا گورنر مقرر کیا۔ راجہ مانسنگہ سنہ ۱۶۰۶ء تک بنگالہ پر صوبہ داری کرتا رہا لہذا کہا جاسکتا ہے کہ قریب قریب پچیس ۲۵ سال تک بنگالہ پر ہندوؤں کا اثر اور اقتدار پوری طرح قایم رہا۔ راجہ موصوف کے عہد گورنری میں ہندوؤں کی ٹانٹرک رسم نے جسکی بیخکنی افغان فرمانرواؤں کے عہد میں ہوچکی تھی پھر نئے سرے سے زور پکڑا اور

تین نانترک برہمنون کا اقتدار سرکار سات گاؤن مین بہت کچھہ بڑہ گیا۔ ان تین برہمنون کے درمیان ایک بہایہ نند تھا جس نے ندیا راج کی بنا ڈالی دوسرا جے نند تھا جو بانس باڑی راج کا بانی ہے۔ تیسرا لکشمی کنتہ جو سبہون چودہریون کا جد امجد ہی۔ دیوتا کالی کے نازل ہونیکی روایت چاہے جس خاندان سے بھی تعلق رکھتی ہو مگر اس مین کلام نہین کہ راجہ مان سنگھ کے عہد گورنری کے زمانہ سے اس دیوتا کی شہرت روز افزون ترقی کرتی گئی ہے۔

سورن قبیلون کے حکایات کے بموجب چیت پور واقع شمال کلکتہ کی وجہ تسمیہ چیتیسری کا نام ہے جو دیوتا کالی ہی کا دوسرا نام ہے۔ اور گوبند پور واقع جنوب کلکتہ کی وجہ تسمیہ دیوتا گوبند ہے۔ یہ اسی قدیم وشنو کا دوسرا نام ہے جو مثلث کے ایک زاویہ پر کھڑا تصور کیا جاتا تھا۔ مگر موجودہ کالی گھاٹ کی مندر کے اندر ایک تیسرا نام شام رائے کا اختیار کرکے کالی کی مصاحبت مین موجود اور حاضر تصور کیا جاتا ہے۔ کالی دیبی کی بھوگ کے ذخیرہ سے جو خیرات مسہری کی آڑ سے تقسیم ہوتی تھی اُس سے ایک اور دیہات "چھترا لوٹ" کے نام سے نامزد ہو گیا (خیرات یعنی لوٹ اور چھترا یعنی مسہری) یہی چھترالوٹ بعد کو "سوتانوٹی" کہلانے لگا۔ المختصر ہندؤن کے قدیم روایات اور قصص کی بموجب کالی کھیترا ذیل کے دیہاتون پر منقسم تھا۔

(۱) چیت پور (۲) گوبند پور (۳) چھترا لوٹ (سوتانوٹی) (۴) کالی گھاٹ (۵) چرانگی (چورنگی) (۶) بھبانی پور (بھوانی پور) ان دیہاتون مین اول الذکر چار دیہاتون کی وجہ تسمیہ ناظرین نے ملاحظہ کر لیا ہے۔ مؤخر الذکر دو دیہاتون کی وجہ تسمیہ بھی دیوتاؤن کے نام ہین۔

کالی کی مندر کے برہمنون نے کلکتہ کی آبادی بڑہانے مین کچھہ کم کوشش نہین کی۔ انلوگون نے

گوبند پور مین سکونت اختیار کی اور انکے اخلاقی اور معاشرتی اثر اور مذہبی ترغیب سے
چند اعلیٰ درجہ کے کٹر ہندو بھی ان مین آبسے - بسنٹ اور بیساک ساتت گاؤن کے
متمول تاجرون مین سے تھے جو مقام مذکور مین سب سے پہلے بسے - کہا جاتا ہے کہ یہان کے
جنگلون کو انھین لوگون نے صاف کیا اور اسمین بھی شک نہین کہ سوتانوٹی اور گوبند پور
مین انہین کی کوشش کی بدولت جولاہے بکثرت آباد ہوئے اور بعد کو رُوئی کی ایسی تجارت
کی کہ انگریز کمپنی کے سوداگرون کی توجہ اپنی طرف متوجہ کر لی - یہ انھین کے سبب تھا کہ کلکتہ کے
باشندون نے سب سے پہلے بیٹر مین پرتگالیون کی تجارت کی جھلک دیکھی جس مقام سے آکر انھون نے
(پرتگالیون نے) موجودہ کلایو اسٹریٹ مین کارخانہ کھول کر آل گودام نام رکھا تھا جو آجتک انکے گودام
کے نام سے مشہور ہے - مگر ڈچ بیٹر اور خضر پور کے درمیان تجارت کرتے تھے -

خطۂ کلکتہ پر تاریخی روشنی چمکنے کے پیشتر یعنے پندرہ اور سترہ صدی عیسوی کے
درمیان بنگالیون کی حکایات اور قصص سے اسکے حالات جو کچھ معلوم ہوتے ہین وہ بس
اسیقدر ہین کہ کالی کھیتر اکی وسعت چتر اور - سوتانوٹی - گوبند پور چیانگی بیتھا نیلپور
اور کالی گھاٹ تک پھیلی ہوئی تھی - یہ مقامات کثرت خلقت یا صنعت و حرفت یا دولت و
تجارت کے اعتبار سے مشہور نہ تھے - بلکہ صرف اسلئے کہ ہر مقام مین دیوتاون کا قیام تھا
رقبۂ مثلث نما کی زاویون کے دیوتا اور اور دیوتاون کو ایجاد کرتے گئے اور جدید دیوتاؤن کے
نام سے بستیان اور محلے نامزد ہوتے گئے - مثلاً پچانن تلا - شاد سوری تلا - ششتی تلا -
آبادی ابتک بہت کم تھی - مگر ماہی گیرون اور شکاریون کے علاوہ اور اونچے درجے کے
لوگ بھی نظر آنے لگے تھے - کالی کی پرستش زمانۂ سابقہ کی طرح خفیتہً نہین کیجاتی تھی
بلکہ عام طور سے باوصف اسکے ملک کے سربرآوردہ ہنود اس دیبی کی پرستش کی تائید مین تھے

جستجو سے بہت سے فقرا اور بیوپاری بتعداد کثیر آآ کر کلکتہ اور اس کے قرب وجوار مین بسنے لگے تھے۔ ڈچ اور پرتگالی بیوپار اور گارڈن ریچ مین تجارت کرتے تھے جستجو سے ساتگاؤن کے تجار گوبند پور کی مقامی تجارت کو ترقی کے زینہ پر چڑھانے کی غرض سے مؤخر الذکر مقام مین بکثرت آنے لگے۔ اور جولاہون کو بلا کر روئی کا ایک بڑا کارخانہ کھولدیا جسمین پرتگالیون نے بھی حصہ لیا تھا۔ کاشتکاری ابتک کم وسعت پر تھی جنگل گو رفتہ رفتہ صاف ہورہے تھے۔ اسکے ساتھ ہی ایسے گھنے تھے کہ شیر۔ سانپ اور ڈکیتون کے خطرات سے کسی طرح محفوظ نہ تھے۔ ایک تالاب کے کنارے اینٹ کی بنی ہوئی ایک کچہری تھی اور صرف ایک گھاٹ تھا۔ دو کچی سڑکین اور چند مندر اسوقت کے تمدن اور شایستگی کے نمونے تھے۔ ندی اور نالے بدستور بہہ رہے تھے۔ مگر مختلف مقامون پر منتقل اور صورت وہیئت اور عرض وطول مین متغیر الحال ومبدل۔

تاریخ بنگالہ کے مؤلفون نے کلکتہ کا ذکر کرتے وقت اسکی وجہ تسمیہ پر محض سرسری نظر ڈالی ہے۔ بعضون نے کالی گھاٹ کی تخریب کو اسکی وجہ تسمیہ بتایا ہے اور بعضون نے صرف معتقد رہنے پر اکتفا کیا ہے کہ سوتانوٹی۔ گوبند پور اور کالی کوٹا کے تین دیہات مل ملا کر ایک خطہ قایم ہوگیا۔ اور کلکتہ کے نام سے مجموعاً پکارا جانے لگا۔

راجہ بینوے کرشنا دیب بہادر اپنی کتاب "تاریخ کلکتہ" مین اس دار السلطنت کی وجہ تسمیہ بتاتے ہوئے یون تحریر فرماتے ہین "لفظ کلکتہ کے اشتقاق پر لوگ مختلف الرائے ہین مختلف مورخون نے اس کے استخراج پر مختلف طور سے رائے زنی کی ہے۔ مگر سب سے زیادہ قبول فہم "کالی کوٹا" کا لفظ ہے۔ قدیم زمانہ سے یہ مقام (کلکتہ) ہند کا ایک عظیم الشان مقدس تیرتھ سمجھا جاتا تھا۔ ایک تیرتھ سیاح فی کلکتہ کا

اشتقاق "گال گاتھا" بتایا ہے۔ ایک نقل واضح کرتی ہے کہ ایکدفعہ موسم برسات مین مشرقی سکونت پذیر
تاجرون کا چوتھائی حصہ ایک مہلک بیماری کے پھوٹ پڑنے سے نذر اجل ہو گیا۔ لہذا یہ جو با
سیاحون کے اس خوفِ باطل کا باعث ہوا۔ کہ انہون نے کلکتہ کو "گال گاتھا" یعنے "کھوپڑیونکا
ملک" سمجھنا شروع کیا بیکنٹھ باشی راجہ سر رادھا کنتہ دیب بہادر کے۔ سی۔ آئی۔ ای
کے خیال کے بموجب "کلکتہ کا نام اوائل مین "کلِ کلا" تھا۔ شہنشاہ اکبر کے عہد سلطنت مین
راجہ تودرمل کے رنٹ رول مین جسے ابوالفضل نے آئین اکبری مین شایع کیا ہے "محل
کلکتہ" کا نام موجود ہے۔ ایک اور بھی قیاس ہے کہ کلکتہ کا اشتقاق لفظ "کھال کاٹا"
(کھود کر نکالا ہوا کھال) سے ہوا۔ وہ مرہٹہ خندق جو کلکتہ کی سرحد تھی۔ یہ کوئی بعید از قیاس
بات بھی نہین کہ اس خندق کے کھودی جانیکے بعد گوبندپور۔ سوتانوٹی اور کلکتہ کے
تین دیہات مؤخر الذکر نام سے نامزد ہوگئے ہون" راجہ صاحب نے ان وجوہ تسمیہ کے علاوہ
ایک اور وجہ بھی بتائی ہے۔ مگر وہ کوئی چیز نہین۔ اب سے چند سال پیشتر مولوی ابوالمعانی عبدالرؤف
وحید مرحوم نے اپنی تالیف "تاریخ کلکتہ" (بزبان فارسی) مین اس حکایت کو جو وجہ تسمیہ مین
راجہ صاحب نے پیش کیا ہے تحریر فرمایا ہے۔ جو بجنسہ ہدیۂ ناظرین ہے۔

آغاز آبادی شہر کلکتہ پیش روی اجداد فقیر بوقوع آمد۔ پس وجہ تسمیہ کلکتہ مروی
از نیاگان خود ہم چنین بیاد دارم کہ اشجار متراکمہ سوتانوٹی داشت۔ چون
انگریزان از برای بنای قیام گاہ خود شان مزدوران و بیلداران را از بہر قطع و برید
آن مامور فرمودند روزی مزدوران درختان را بریدہ پارۂ از ارض را پاک و صاف
کردہ بودند کہ صباح فردای آن انگریزی ندانم کہ خودش مسٹر چارنگ بود یا کسی دیگر
بر ایشان گذر کرد و بزبان خود پرسید کہ نام این مقام چیست ایشان کہ نابلد محض از زبان

بیانش بودند گمان بُردند کہ ہمانا میپرسد کہ درختان را کے بریدہ اید بجوابش گفتند "کل کاٹا" یعنی دیروز بریدہ ایم۔ اودر حال کاغذ پارہ از جیب برآورد و نام این مقام کل کاٹا نوشت کہ ازان بعد کلکتہ را بہ تلفظ و املائے انگریزی ہمان کل کاٹا میگویند و مینویسند۔ پس کلکتہ تخریب ہمان کل کاٹا است۔ واللہ علم بالصدق والصواب۔

مؤلف موصوف اس وجہ تسمیہ کے بتانے کے علاوہ شیر علی جعفری متخلص بہ افسوس کی پیش کی ہوئی وجہ تسمیہ کا بھی ذکر فرماتے ہین۔ افسوس نے اپنی تصنیف آرایش محفل مین کلکتہ کی وجہ تسمیہ یون لکھی ہے:۔ "شہر کلکتہ زمانۂ سابق مین ایک گاؤن تھا۔ وجہ تسمیہ اسکی یون ہے کہ کالی نام یہان بت ہے اور بنگلہ زبان مین کتّا صاحب کو کہتے ہین۔ اس سبب سے نام اس کا کالی کتّا تھا۔ پھر رفتہ رفتہ زبان کے تغیرات اور اختلاف سے یا بھی گر گئی کلکتہ رہگیا" مؤلف تاریخ کلکتہ (فارسی) افسوس کی اس عبارت کو نقل کرنیکے بعد اس وجہ تسمیہ کے سراسر خلاف قیاس ہونے کو یون ثابت کرتے ہین:۔

افسوس کہ خون تحقیق ریختہ۔ زیراکہ این وجہ تسمیہ بے اصل محض است و باعث این غلط سرایئش ناواقفیتش از زبان و بیان بنگلہ است از برائے آنکہ دانندگان این زبان دانند کہ ترکیب کالی کتّا در زبان بنگلہ ہرگز درست نیست سببش آنکہ لفظ کتّا کہ تخریب کرتا یعنے فاعل یا صاحب و مالک است مذکر است و کالی دیوی کہ نام بت است مؤنث۔ آرے اگر کالی کرتری گفتے ترکیبش صورت صحتی داشتے و اگر چنین بودے تخریبش بکثرت استعمال کلکتی شدے نہ کلکتہ۔ پس ازین جا نیکو توان دریافت کہ این وجہ تسمیۂ کلکتہ را بمیزان تحقیق محققین وزنے نمی باشد۔

مانسنگھ کے آنیکے پیشتر بنگالہ باوجود شہنشاہ اکبر کے عظیم الشان اور پرعظمت نام کے بھی فتنہ وفساد کا مرکز ہورہا تھا۔ ۱۵۸۶ء مین جسوقت دکن مین اول الذکر کے خدمات کی ضرورت ہوئی تو وہ بنگالہ کو بالکل امن وچین کی حالت مین چھوڑ گیا۔ باغیون کو وہ شکست دے چکا تھا۔* اور اُن کے سردارون کے لئے قتل یا قید یا عفو جرائم کا حکم صادر کر چکا تھا۔ غرضکہ کچھ دنون کے لئے ہندو اور مسلمانون مین باہم اختلاط وارتباط قایم رہا۔ ایسی حالت مین تجارت اور صنعت روز افزون ترقی کرنے لگی۔ کھیتی کی وسعت بے پایان اور معاشرتی اور مذہبی ترقی نمایان ہوئی۔ زمیندار کی ایک کچہری اور ہندؤن کا ایک صنم خانہ (مندر) اور متعدد بت اور دیوتاؤن کے ساتھ جو پجاریون کو اپنی طرف کھربا کی طرح کھینچتے تھے متبرک اور مقدس دریائے ہوگلی کے کنارے کلکتہ کی بنا پڑی جس مین کل ایسے اسباب موجود اور سامان مہیا تھے جن سے یہ خطہ ہندؤن کا ایک عظیم الشان شہر بن گیا۔

مہاراجہ پرتھ پدت نے اُس زمانہ مین جسوقت خودمختاری کیلئے سرسری کوشش کر رہا تھا اپنے بیڑا کے پرتگالی امیرالبحر رووڈا کی مدد سے چند قلعے تعمیر کئے۔ یہ قلعے مختلف مقامات مین تعمیر ہوئے۔ مٹی کے یہ چھوٹے چھوٹے قلعے زمانہ موجودہ کے لحاظ سے چاہے کیسے ہی غیرمستحکم اور ناپاید ارسمجھے جائین۔ مگر زمانہ قدیم کی لڑائیون کے لئے بڑی وقعت کی نگاہ سے دیکھے جاتے تھے۔ دریا کی راہین اسوقت صرف چھوٹی چھوٹی کشتیون اور ایک مستقول کے جہازون سے قطع کی جاتی تھین۔ چونکہ کلکتہ ایک جزیرہ اور چارون طرف پانی سے احاطہ کیا ہوا قلعون کے نزدیک ہی واقع اور اسکے علاوہ بجز دریا کی سمت کے گھنے جنگلون سے بھرا تھا لہذا یہ مقام کسی طرح نفرت کی نگاہ سے نہین دیکھا جاسکتا تھا۔ سترہ صدی عیسوی کی ابتدا مین بھی اپنے قرب وجوار کے واقع ساحل شہرون اور قصبون پر کلکتہ کو

* "اس بغاوت کے ... کون ... یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ باغیان بنگالہ کے ساتھ فرنگ کے سپاہی بھی شامل تھے اور اُن کی رفاقت مین جانین دیتے تھے" (دیکھو دربار اکبری صفحہ ۵۳۳)

بہت کچھہ فوقیت حاصل تھی۔

اسوقت قوت فطری نے بڑی تائید کی۔ ندیا خشک ہونا شروع ہوگیا۔ دریای سرستی بھی جو سات گاؤن کا مرکز تجارت اور حکومت کا پایۂ تخت اور ملک کے دوسری حصون کے درمیان آمدورفت کا ذریعہ تھا سمٹنا شروع ہوا۔ لہذا بھاگیرتی (دریائے ہوگلی) کیطرف پانی امنڈ آیا۔ اور طغیانی کے زور سے نشیب کی طرف بہ نکلا۔ بھاگیرتی کے مشرقی ساحل کے دریا سے ملے ہوئے نالے جھیل اور ندیون کو سرستی۔ جمنا اور ندیا کی کیفیت حاصل ہوئی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ خود بخود ایک زمین کاشتکاری اور آبادی کی برآمد ہوگئی۔

واقع ساحل خطون سے ماہی گیر اور کاشتکارون کے نقل مقام کے ساتھہ ساتھہ اعلی طبقہ کی لوگ بھی لازمی طور پر اس زمین پر آبسے وقت بھی نہایت مناسب تھا۔ پرتھہ پدت کی مختصر سی خود مختار حکومت پر زوال آچکا تھا۔ اکثر ملازمین اسکے احاطۂ ملازمت سے نکل گئے تھے (جن مین پرتگالیون کی ایک معتد بہ تعداد تھی اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ چند ارمنی بھی تھے) یہ لوگ یہان بس گئے تھے۔ اور ۱۵۹۹ء مین عیسائی کلیسے بھی تیار ہوگئے تھے۔ یہ روزی کے مارے اب روزی کے خواستگار ہوئے کہ اور کہین تقدیر آزمائی کرین اسوقت خیال کیا جاسکتا ہے کہ لکشمی کنتہ نے جس کا اثر پرتھہ پدت کے عہد حکومت مین اتنا عمدہ پڑا تھا کس آسانی سے اپنے حلقۂ ملازمت مین لیکر اس نئی زمین پر انھین لاکر بسادیا ہوگا مختلف مقامون سے برہمن بھی اپنی ملازمون کو ساتھہ لیکر کلکتہ اور اسکے قریب جوار مین آبسے۔ ادہر بھاگیرتی (ہوگلی) مین بآسانی کشتیان چلنے لگین ادہر سرستی سات گاؤن مین تجارت کے لیئے آنے جانے مین آئے دن دقتون اور دشواریون کا سامنا ہونے لگا۔ بالآخر مشہور بندر سات گاؤن کی تجارت نے ہوگلی کی سمت رخ

مقام کیا۔ بیٹیر بھی جو سات گاؤن کی تجارت کا باب اور سرستی اور بھاگیرتی کے
بہاؤ پر واقع تھا رفتہ رفتہ اپنی تجارت کھو بیٹھا۔ یہ مقام تھا جسپر بنگالیون کا جہاز
گیلی آسس نام سنہ ۱۵۳۰ع اور سنہ ۱۵۶۰ع کے درمیان لنگر زن ہوتا رہا۔

بارہوین صدی عیسوی کا کالی کھیترا جسکی وسعت کل دو مربع میل یا ۱۲۸۰ ایکر
تھی رفتہ رفتہ ترقی کرتے کرتے برٹش کلکتہ مین ۱۶۹۲ ایکر وسیع ہو گیا۔ یہ فی الحقیقت
انھین تین دیہاتون گوبند پور۔ کلکاتا۔ سوتانوٹی کا مجموعہ تھا جنھین انگریزون نے
صرف تین ہزار روپے کو خریدا تھا۔ اس مُفت بکے ہوئے خطہ کی (جہان بحر جھیل۔
دلدل۔ نالے۔ جنگل اور آبشارون کے کچھ بھی نہ تھا) تقدیر مین ہندوستان
جنت نشان کی عظیم الشان سلطنت کا دارالسلطنتہ بنا لکھا تھا۔

سنہ ۱۷۲۶ع اور سنہ ۱۷۳۷ع کے درمیان مقام چورنگی انگریزون کا قیام گاہ بننا
شروع ہوا۔ مگر اسوقت تک مقام مذکور اور قصبہ گوبند پور کے درمیان وہ وسیع
جنگل جس سے دن دہاڑے شیرون کے غرانے کی آواز آتی تھی واقع تھا۔ وہی ہولناک
جنگل آج ایک دلچسپ اور پر فضا میدان بنا ہوا ہے جو "قلعہ کا میدان" کہلاتا ہے۔ اس
میدان کی سمت مغرب دریائے ہوگلی اپنی خوشنما لہرون کے ساتھ بہتا نظر آتا ہے
اور مشرقی جانب چورنگی واقع ہے۔ جنوب کی سمت نالہ کھضر پور ہے جسکی شمال مین قصبہ
گوبند پور واقع تھا۔ جس قصبہ کا کچھ حصہ تو میدان کے حصہ مین چلا گیا ہے اور کچھ حصہ مین
قلعہ کے ملازمین وارد ہوتے ہین۔ یوروپین ملازمین کی بستی ہیسٹنگس کہلاتی ہے
اور دیسی ملازمون کا محلہ قلی بازار کے نام سے مشہور ہے۔ میدان کے شمال مین اسپلانیڈ
کی سڑک واقع ہے۔ مغرب کی سمت یہ میدان دریائے ہوگلی کے لب ساحل تک نہین پہنچا ہے

بلکہ ساحل اور اُسکے درمیان ایک کشادہ سڑک ایڈن گارڈنس سے سیدھی نالہ خضر پور تک چلی گئی ہے پرنسپ گھاٹ کے قریب اسکی دو شاخیں نکلی ہیں۔ ایک شاخ تو برابر خضر پور ڈک کے کنارے کنارے ہوتی ہوئی گارڈن ریچ (مٹیا برج) (جائے سکونت جانعالم واجد علی شاہ اودہ) سے گذر کر نکل جاتی ہے۔ اور دوسری شاخ ہیسٹنگس سے ہوتی ہوئی خضر پور کے پُل سے آملتی ہے۔ یہ سڑک فی الواقعی موضع چھترلوٹ سے نکل کر سوتانوٹی کی سمت مغرب سے ہوتی ہوئی برابر چلی آتی ہے۔ مگر چونکہ ایڈن گارڈنس سے اسکی عظمت اور شان بڑھنے لگتی ہے اور قلعہ کے قریب قریب پہنچتے تک اسکی بہار ترقی کرتی جاتی ہے لہذا ہم نے اسے ایڈن گارڈنس سے ملا دیا ہے۔ شام اور صبح کیوقت اس سڑک پر شہر کے رؤسا اور عمائدین گاڑیوں پر سیر اور اُسکی روشون پر چہل قدمی کرتے نظر آتے ہین۔ یہ سڑک ولائتی چکر کی سڑک کہلاتی ہے اسکے علاوہ اور بھی چند سڑکین اسی میدان سے ادہر اُدہر نکل کر اسکو کئی ٹکڑوں پر منقسم کردیتی ہین۔ مگر اس کے ساتھ ہی بجز قلعہ کے اس ہین اور کوئی عمارت قایم نہین ہے۔ البتہ اس کے مختلف مقاموں پر بڑے بڑے اولوالعزم اور سربرآوردہ نیز جان نثاران قوم انگریزون کے یادگار قایم ہین۔ ان یادگارون مین ایک منارہ جنرل ڈیوڈ اکٹرلونی کا یادگار ہے۔

قدیم قلعہ ولیم جدید گوداموں کی تعمیر سے اور بھی وسیع ہوگیا تھا (ناظرین یاد رکھین کہ انگریزون کا قدیم قلعہ موجودہ بڑے ڈاکخانہ کی جگہ سمت مغربی ڈلہوسی اسکویر مین واقع تھا) ان گوداموں کی شرقی جنوبی ایک سڑک برابر ندی کی گھاٹ سے جو اُس وقت "قلعہ گہاٹ" کہلاتا تھا۔ جاکر ملتی تھی۔ مگر اٹھارہ صدی عیسوی مین اس گہاٹ پر کویلے کے بکثرت اُترنے نے "قلعہ گھاٹ" سے تخریب کرکے اُس کو

کوئلہ گھاٹ بنا دیا ہی جس نام سے وہ آجتک مشہور ہی۔ انگریزون نے فرحت و خوش ہونیکی غرض سے باغات بھی تیار کرنے شروع کر دیے۔ ڈلہوزی اسٹریٹ مین ان کا ایک وسیع باغ تھا۔ اور اسوقت یہ ایسے ایسے تالابون کے بھی مالک تھے جن مین مچھلیان بکثرت پیدا ہوتی تھین۔

پس ظاہر ہی کہ مرہٹون کی تاخت کے قبل کلکتہ برائے نام ایک شہر نہین تھا۔ بلکہ اُسکی صورت اور شکل شہر کی سی فی الحقیقت ہوگئی تھی۔ قلعہ ایک قابل دید عمارت تھا اور اُسکے مقابل سینٹ این کا کلیسا ایک خوشنما اور قابل ذکر عمارت تھی۔ اور پھوس کے مکان ٹوٹنے اور اُسکی جگہ پختہ مکانات بننے لگے تھے اور اسمین کلام نہین کہ یہ خطہ بہت پیشتر ایک وسیع اور آباد شہر بن جاتا۔ اگر مرقومہ ذیل آفات اُسپر نازل ہوتے۔

۱۷۳۷ء کی تیسوین ستمبر کو کلکتہ پر ایک خوفناک طوفان نازل ہوا جسکی وجہ بہت سی عمارتون اور جہازون کو سخت نقصان پہنچا۔ اٹھائیس دخانی جہاز غرق ہوگئے۔ کلیسے سینٹ این کے منارہ کا سر اُڑ گیا۔ بہت سی مقامی تاجرون کی عمارتون کی علاوہ انگریزون کے آٹھ دس مکان بھی زمین سے مل گئے۔ اکثر جہاز گورنر کے مکان کی طرف سے بہتے ہوئے تقریبًا تین میل کی فاصلہ تک شہر کے نشیب کی سمت نکل آئے۔ کلکتہ کی تاریخ مین یہی سب سے عظیم اور ہولناک طوفان ہی جس نے دو سو میل تک خطہ مذکور کو ویران اور برباد کر دیا۔ اسکے بعد ہی ایک اور بلائے ناگہانی نے کلکتہ کو تباہ کر کے بلائے مذکور کی تائید کی۔ ایک عظیم اور مہیب زلزلہ ایسا آیا کہ دو سو مکانون کو نیو سے اُکھیڑ کر پھینک دیا۔ بیس ہزار چھوٹی بڑی کشتیان دریائے گنگ مین غرقاب ہوگئین۔ گنگا کا پانی حد معین سے چالیس فیٹ بلند ہوگیا تھا۔ ان آفتون کی ہاتھون

تیس لاکھ آدمیونکی جانین تلف ہوئین۔ جانورون کی تعداد توحصر وشمار سے باہر ہے۔
تازہ آفت پھر یہ کہ اسکے دوسرے ہی سال قحط نازل ہوگیا۔ فاقہ بھی شہر کی آبادی کا
کچھہ کم حائل ومانع نہین ہوا۔ شکر ہے کہ کلکتہ کے حاکم نے قحط زدون کی امداد واعانت
مین بڑی تائید کی۔ مولوی عبدالرؤف صاحب وحید مرحوم کے قول کی بموجب
"کلکتہ را ازین بلیۂ ہائلہ چندان زیان ونقصان مفرط رسید کہ تلافیِ آن مدتے
مدید کشید"

"مختصر حالات بنگالہ" جو گزشتہ صفحون مین پیش ناظرین کیا جاچکا ہے اُس کے
مطالعہ سے یہ امر بخوبی واضح ہوگیا ہے کہ ۱۷۴۲ء کی مرہٹون کی تاخت نے دریاے
ہوگلی کے اُس پار کے باشندون کو کلکتہ مین انگریزون کے قلعہ کے آس پاس
اُن کی حفاظت مین آبسنے پر مجبور کیا۔ اُن کی بسنے کے ساتھہ ہی جنگل روز بروز صاف
ہونے لگے اور مواضع سملہ۔ ٹھنٹھنیا۔ ملنگا۔ ڈینگا بھانگا۔ کلنگا۔ تالتلا وغیرہ بجلد اور
آباد ہوئے۔

۱۷۴۲ء اور ۱۷۵۴ء کے وسط مین مقامی باشندون کے کچے اور پکے مکان
شہر مین بنے۔ مگر بیشتر کچے ہی مکان تھے۔ اسمین کلام نہین کہ انگریزون کے آباد
ہونے کے ساتھہ ہی "سوتانوٹی۔ کل کاٹا۔ گوبندپور کے تین مواضع واقع ساحل نافِ
شہر بنگئے۔ اسکے ساتھہ بھی انگریزون نے اپنی فرودگاہون کو پہلے پہلے صرف
سوتانوٹی کے دیہات تک محدود رکھا۔ ۱۶۹۶ء مین البتہ وہ موضع کل کاٹا کیطرف
بڑھہ آئے اس جدید قیام گاہ نے بہت سے دیسی باشندون کو تجارت اور ملازمت
کی لالچ سے اپنی طرف کھینچ لیا۔ ابتداءً انگریزون کی قیام گاہ کا اثر کل تین میل کی

وسعت پر تھا۔ چیت پور کی کھاڑی سے گوبند پور کی کھاڑی تک اور ساحل دریا سے
ہوگلی سے چیت پور روڈ تک اس سڑک کی دوسری جانب جس سمت سے کہ صرف
کالی کے مندر تک جانے کا رستہ تھا ندی۔ نالے جنگل اور وہان کے کھیتون
کی کثرت تھی۔ البتہ کہین کہین دور دور ماہی گیر۔ لکڑہارے۔ چڑی مار۔ جولاہے
اور کاشتکارون کے جھونپڑے دکھائی دیتے تھے۔

غرضکہ کلکتہ مین نواب سراج الدولہ کے محاصرہ کرنے کے پیشتر ہی دو جدا جدا اور
مختلف شہر قایم ہوچکے تھے۔ ایک شہر تو مستر قیون کا تھا اور دوسرا مقامی باشندون کا
اور دونون جدا جدا نامون سے "گورا شہر اور کالا شہر" نامزد بھی ہوگئے تھے
گورون کے شہر کی وسعت جسمین اُن کے کارخانے۔ آڑہت اور مکانات دریا کے
کنارے واقع تھے ڈیڑہ سوا ایکڑ تھی اور مقامی باشندون کا شہر تقریبًا ڈیڑہ مربع
میل پر محیط تھا۔ تجارت اور حرفت کی ترقی کے ساتھہ ساتھہ شہر بھی اپنی وسعت مین
باعتبار طول اور عرض ترقی کرنے لگا۔ مرہٹہ خندق کے اُس پار بنیا پوکھر ٹینگرا
وغیرہ تک عرضًا وسعت بڑہ گئی۔ مختلف مقامون مین اینٹ اور سرخی کے مکان
تیار ہونے لگے۔ مگر اب بھی سابق کی طرح پھوس اور جھونپڑون کی تعداد زیادہ تھی۔
شہر کے اندرونی حصہ مین بھی بازار باغات اور تالابون کے علاوہ نالے جنگل
اور دلدل موجود تھے۔ البتہ کہین کہین معبد۔ مسجد۔ مندر اور دو ایک گرجے
سے اس سنسان اور اُداس رقبہ کی کچھہ رونق ظاہر ہوتی تھی۔ مرہٹہ خندق
کے کھودے جانے سے جسقدر مٹی برآمد ہوئی اُس کے کچھہ اس طرح شہر کے اندرونی
کنارے پر ڈھیر لگا دیے گئے کہ ایک اچھی خاصی اونچی سڑک بن گئی جس کے کنارے

کنارے درخت بودیے گئے ان کی قطاروں سے یہ سڑک کچھ ایسی خوشنما اور بارونق ہوگئی کہ شہر کے معززین نے ہواخوری کے لئے اسے منتخب کرلیا۔ یہ کہنا بیجا نہ ہوگا کہ ڈیڑہ سو برس بیشتر کلکتہ کا ولائتی چکمہ یہی لوئر سرکلر روڈ تھا۔

اس موقع پر ایک اور تاریخی واقعہ درج کرنا بے محل نہوگا۔ اٹھارویں صدی عیسوی تک غلاموں کی تجارت میں پرتگالی تجار بہت زور پکڑے ہوئے تھے۔ قریب قریب ۱۷۶۰ء تک حوالی کلکتہ میں (بج بج۔ آکرہ وغیرہ) اُن کے جہاز غلاموں سے لدے ہوئے لنگر ہوتے رہے۔ کہا جاتا ہے کہ ۱۷۱۷ء کی ماہ فروری میں شمالی بنگالہ سے مگ اٹھارہ سَو مردوں۔ عورتوں اور بچوں کو جہاز میں بھر کر ارکان لیگئے۔ ایمیں سے معدودے چند تو بادشاہ ارکان کی خدمت میں نذر پیش کرنیکے لئے رکھ لئے گئے اور باقی سبھوں کو بطور غلام کے فروخت کرڈالا۔ یہ ستم زدہ بدنصیب مظلوم حسب جُثہ بیس روپیے سے لیکر ستر روپے تک فروخت ہوئے۔ ۱۷۱۷ء سے اٹھارہ صدی عیسوی کے اخیر تک مگوں اور پرتگالیوں کی متفقہ کوشش باشندوں کو لیجانے اور غلام بنا کر فروخت کرنے کی طرف متوجہ رہی۔ مگوں کی ہیبت شہر میں پھیل گئی۔ ان کی دہشت اور ہول اسقدر شدت سے باشندوں کے دامنگیر ہوا کہ ٹاناّ (موجودہ بوٹانیکل گارڈنس) کے قریب دریا کے پار ان دریائی ڈاکوؤں کو روکنے کے لئے ایک زنجیر دوڑا دی گئی۔ اس زمانہ میں کلکتہ کے فارغ الحال یوروپین۔ یوریشین۔ ارمنی نیز ملازمان کمپنی غلام رکھتے تھے اور عام اخبارات میں ان کی فروخت کے اشتہار بھی شایع ہوتے تھے۔

موجودہ قابل ذکر عمارات ہائی کورٹ (جو ۱۸۷۲ء میں تیار ہوا) پریسیڈنسی

اور مدرسہ کالج - انڈین میوزیم - میڈیکل کالج - ملٹیری ڈیپارٹمنٹ - رائٹرس بلڈنگس
اور گورنمنٹ ہوس ہین - ان کے علاوہ اور بھی بہت سی عمارات کچھہ کم قابل دید نہین
ہین - ٹون ہال مینسپل کارپوریشن اور نیا بازار - (مینسپل مارکٹ) بھی قابل دید
ہین - یہ بازار تو ایک ایسا بازار ہے جس کا واقعی ایسے دارالسلطنت مین ہونا ضروری
تھا - ناظرین کو ہر ہر عمارت کی تاریخ سے مطلع کرنا چندان ضروری نہین سمجھتا
صرف گورنمنٹ ہوس کی بنا پڑنے کی حالت سے مطلع کرتا ہون - مارکوییس آف ولسیلی
کی تحریک نے اس عالیشان عمارت کی بنا ڈالی - مارکوئیس موصوف نے اسپر زور
دیا کہ فرمانروائے ہند کے لئے ایک شاہی قصر کی اشد ضرورت ہے - لارڈ ممدوح
کے یہ الفاظ تھے "سرزمین ہند پر ایک قصر شاہی سے حکومت کرنی چاہیئے نہ ایک
تجارتی شمار خانہ سے - شان فرمانروائی کے خیالات کے ساتھ نہ کہ ململ اور نیل کے
بیوپاریون کی طرح" یہ عظیم الشان قصر شاہی ایک مبلغ خطیر یعنے تیرہ لاکھہ روپے
کے صرف سے ۱۸۰۴ء کے قریب تیار ہوا جس کا نظارہ بجز دلچسپی کے خالی نہین
عمارت کا نقشہ چنداہم تغیر و تبدل کے ساتھ کولیڈ اسٹین ہال جو سلطنت متحدہ
انگلینڈ و اسکاٹلینڈ کے بیرن کرزن کا فرودگاہ تھا اتار لیا گیا تھا - قضا و قدر نے
اسے لکھہ رکھا تھا کہ اسی سربرآوردہ مشہور و معروف خاندان کی آیندہ نسل کا ایک
ہونہار شخص بہت جلد اس مین سکونت پذیر ہوکر اس کی رونق بڑھائیگا اور ابھی
ایک صدی بھی نہ گذری تھی لارڈ کرزن عنان اختیارات تاج و سلطنت ہند ہاتھ
مین لئے ہوئے اس مین جلوہ فرما ہوے -

کلکتہ کے بہت سے شارع عام رستے اور گلیان ہندؤن کے نامون سے

منسوب اور معروف ہین - اور علی ہذا القیاس انگریزون کے نامون سے مسلمانون کی نامون سے معدودے چند - اوائل ہین تو ایسے ایسے مسلمانون کے نام سڑکون کی لوح پر مندرج کیئے گئے جو مزدوری پیشہ لوگ تھے - دستکاری یا ادنی درجہ کی ملازمت کرتے تھے مثلاً بدھو اُستاگر لین - گولو اُستاگر لین - شریف دفتری لین - کریم بخش خانساماں لین گدائی خانساماں لین - آبادی کلکتہ کی ابتدا مین ایسا معلوم ہوتا ہے کہ درزی اور خانساماؤن کی تعداد بہت زیادہ تھی ساتھ ہی ساتھ اُن کے نامون سے سڑکون کا نامزد ہونا یہ بھی بتاتا ہے کہ یہی لوگ مسلمانون مین فارغ البال اور دولتمند تھے شہر کی بنا مستحکم ہوتے ہی اعلےٰ طبقہ کے مسلمان یہان سکونت اختیار کرنے لگے اور درزیون اور خانساماؤن کے نام چھوڑکر محرّرون اور منشیون کے نامون سے سڑکین نامزد ہونے لگین - مثلاً منشی صدرالدین لین - منشی دیدار بخش لین - منشی علیم الدین اسٹریٹ (موخرالذکر منشی صاحب بقید حیات ہین اور چاندنی چوک کے زمیندار ہین)

تعلیم کا چرچا شروع ہوتے ہی جب انگریزی و فارسی تعلیم یافتہ اشخاص سرکاری دفاتر مین اعلیٰ اور معزز عہدے پر مامور رہنے لگے تو اراکین کارپوریشن نے ان عہدہ دارون کے نامون کی لوحون کو سڑکون کے سرون پر آویزان کرنا شروع کیا - مثلاً مرزا مہدی اسٹریٹ - مولوی سمعیل اسٹریٹ - مولوی غلام سبحان لین - مولوی ولی اللہ لین مولوی امداد علی لین - مولوی عبداللطیف اسٹریٹ قبل الذکر شخص مرزا مہدی مشکی علم والے نہین ہین جو ایک متمول شیعہ تاجر تھے جن کا علم مدتون ماہ محرم مین پریشان نکلا کیا ہے - اور جو آیندہ بھی اس ماہ کا یادگار رہیگا - موخرالذکر مولوی صاحب جماعت اسلام کے دلی بہی خواہ اور ویسے ہی سرکار انگلشیہ کی رعایا مین سچے

وفادار اور اسلامی مجلس مذاکرہ علمیہ کلکتہ" کے بانی اور موجد تھے۔ یہ مسلمانون کی پہلی مجلس ہے جو ۱۸۶۳ء سے آجتک نمبر ۱۶ تالتلالین مین قایم ہے۔ سرکار مین ان کی بیش قیمت اور قابل قدر خدمات نے ان کا وقار اور اقتدار اسدرجہ بڑھا دیا تھا کہ گورنمنٹ سے انہین "نواب بہادر" و "سی۔آئی۔ای" کا خطاب حاصل ہوا اور ملازمت سے رخصت ہوتے وقت اپنی کارگزاریون اور نیکنامیون کے صلہ مین اسپیشل پنشن کے مستحق ہوئے۔ مسلمانون مین انگریزی تعلیم کے پھیلانیکے محرک اور بانی یہی تھے۔ گویا بنگالہ کے مسلمانون کے سرکاری معزز عہدے پانیکے باعث یہی ہوئے۔ نواب بہادر عبداللطیف سی۔آئی۔ای اپنی خوش اخلاقی اور نیکدلی کی وجہ ہر قوم اور ہر فرقہ مین ہر دلعزیز تھے۔ سرکاری ملازمت سے رخصت لینے کے بعد بھوپال مین وزیر اعظم کے جلیل القدر عہدے پر مامور ہوئے۔ مدرسۂ عالیہ ہوسٹل مین ان کی ایک یادگار لوح بطور کتابہ کے دیوار سے لگی ہوئی ہے۔ مولوی حافظ قاضی محمد عبدالحمید صاحب حمید پروفیسر عربی و فارسی ڈوہٹن کالج و محمڈن میرتج رجسٹرار سیالدہ نے اُن کی وفات کی تاریخ کہی ہے۔ چونکہ وہ تاریخ بالکل حسب حال اور اُن کے کارنامون کا سچا فوٹو معلوم ہوتی ہے لہذا ہدیۂ ناظرین کیجاتی ہے۔

کیا عبداللطیف محتشم نے کوچ دنیا سے	ہین نالان خیرخواہ افسوس اناراللہ برھانہ
اُٹھا وہ ناخدائے قوم جولائی کی دسوین کو	ہوئی کشتی تباہ افسوس اناراللہ برھانہ
سی آئی ای وہ نواب بہادر اب کہان اے دل	کہان وہ عز و جاہ افسوس اناراللہ برھانہ
کہان وہ ہادی آوارگان دشت ناکامی	کہان وہ خضر راہ افسوس اناراللہ برھانہ
حمید غمگزین لکھدے یہی سال رحلت کا	غم نواب آہ افسوس اناراللہ برھانہ

۱۸۹۳ء

نواب بہادر موصوف کے حقیقی بھائی مولوی ابو محمد نساخ[۱] ڈپوٹی مجسٹریٹ ڈپوٹی کلکٹر اور مشہور و معروف شعرائے زمان مین گزرے ہین اُن کے متعدد تصنیفات فن شاعری وغیرہ کے متعلق شایع ہو چکے ہین۔ نواب بہادر مرحوم کے خلف الرشید مسٹر ابو الفضل محمد عبد الرحمن "خان بہادر" بیرسٹر ایٹ لا عدالت مقدمات خفیفہ دیوانی کلکتہ کے جج اور مجلس مذاکرۂ علمیہ کلکتہ کے آنریری سکریٹری ہین۔ اور مولانا نساخ مرحوم کے صاحبزادے مولوی ابو القاسم[۲] محمد شمس ایک آزاد منش خدا ترس اور۔ خوش خلق نوجوان تھے۔ اپنے قابل پدر بزرگوار کے شعر و سخن کے ورثہ سے ترکۂ کافی حاصل کیا تھا۔ سال گزشتہ کی تیسری اپریل کو عین شباب مین بحالت تجرد رہگرائے عالم بقا ہوئے۔

رجوع بہ اسمائے شوارع کلکتہ۔ اسوقت تک بہت سے قدیم نام بدستور قایم ہین گو ارکین کارپوریشن بہت مستعدی سے آئے دن جدید نامون سے انھین بدل رہی ہین

حضرت حمید موصوف

[۱] بو محمد حضرت عبد الغفور — خان بہادر حاکم عالیمقام
ادستاد مشفق و غمخوار من — نیک سیرت نیک خصلت نیکنام

نکتہ سنج و نکتہ دان و نکتہ فہم — نکتہ پرور نکتہ در بیاد و کلام
جملہ گفتارش بود سحر حلال — جملہ اشعارش بود معجز نظام

سن چہ گویم از کمالاتش حمید — نظم را بود از وجودش احترام
یادگار او بود افزون ز بیت — نسخہای دانش آموز انام

رفت از بزم جہان چون بوی گل — شد مکین گلشن دار السلام
بخشد او را حضرت رب غفور — بہر جاہ شافع یوم القیام

سال فوتش گفت در ہجری شرر — شاعر جنت مکان نیکنام
۱۳۰۶ھ

ولہ

[۲] سہ شنبہ تھا صفر کے چاند کا انیسوان شب تھی — ابو القاسم محمد شاغل حق سائل جنت
محبوبون کے دلون کو کرکے زخمی خنجر غم سے — ہوئی مسرور و خرم شوق دل سے داخل جنت

حمید غم گزین نے سال لکھا انکی رحلت کا — ابو القاسم محمد شمس تھا وہ کامل جنت
شب شنبہ بست و پنجم اپریل — مٹی نساخ دانا کی نشانی

ابو القاسم محمد شمس نے آہ — کیا ترک نشاط بزم فانی
ہوئی راہی سوئے گلزار جنت — جو تھی فکر سر در جاودانی

خاکسار بدر سر افسوس سے لکھا سال ہی بدرہ — غروب شمس اوج کاردانی
۱۳۲۳ھ

یہ تو ظاہر ہو چکا کہ کلکتہ کے آباد ہوتے ہی بتعداد کثیر لوگ یہاں آکر بغرض تجارت اور ملازمت بسنے لگے۔ فلاکت زدوں کو بجز انگریزوں کی ملازمت کے اور کونسی نوکری مل سکتی تھی۔ مگر اسکے ساتھ بھی "اُستاگر" کے نام سے متعدد سڑکوں کا نامزد ہونا اس امر کا پتہ دیتا ہے کہ غریب مسلمانوں نے ایمانداری کے پیشہ کو منتخب کیا تھا اور اسی میں محنت اور کوشش سے کچھ ایسی ترقی کی تھی کہ فارغ البال اور آسودہ حال ہو گئے تھے۔ اسوقت تک انکی نسلوں کے افراد اُن کی محنت کی فراہم کی ہوئی دولت سے زندگی بسر کر رہی ہیں۔ مگر چونکہ اکثر نام اس تعلیم یافتہ زمانہ میں بھونڈے معلوم ہوتے تھے لہذا انہیں بدل دینا مناسب سمجھا گیا۔ مثلاً "قیصر اسٹریٹ - بدفورڈ اسٹریٹ وغیرہ وغیرہ بدلے ہوئے جدید نام ہیں۔

اس موقع پر ایک اور تاریخی سڑک کا اضافہ بے محل نہوگا۔ وہ سڑک برٹش انڈین اسٹریٹ کے نام سے مشہور ہے۔ کلکتہ کے محاصرہ کے وقت مانک چند کی فوج نے اسی مقام پر انگریزوں سے مقابلہ کیا تھا۔ یہاں برٹش انڈین ایسوسی ایشن کے قایم ہونے سے سڑک نے بھی اُسی نام کو اختیار کیا۔ مگر کلکتہ کے جہلا اسوقت تک اُسے "رانی مودی گلی" کے نام سے پکارتے ہیں۔ جو دراصل "رانا موڈا" کی تخریب ہے۔

یوں تو انگریزوں کے نام سے بہت سے راستے نامزد ہیں مگر قدیم ناموں میں کرنیل ٹالی کا نام قابل ذکر ہے۔ ادیگنگا کا ذکر جو صفحات گزشتہ میں متعدد بار حدود کلکتہ کے بیان کرتے وقت گزر چکا ہے اسی جنرل کے نام سے وہ نالہ ٹالی نامزد ہوا جسکے متصل کی زمین آجتک ٹالی گنج کہلاتی ہے۔ ٹیپو سلطان کی نسل ابتک

ایک خوشنما محل ہین یہین رہتی ہی۔ دامن جنوب کلکتہ "کڈر پور کنال" ہے۔ اسے مسلمان "نالۂ خضر پور" کہتے ہین۔ اس کی وجہ تسمیہ کرنیل کڈ ایسٹ انڈیا کمپنی کے چیف انجنیر اور بوٹانیکل گارڈنس کے بانی کا نام بتایا جاتا ہے۔ اس تقدیر پر کہ مرقومۂ بالا وجہ تسمیہ درست ہو تو "کڈر پور" کو "خضر پور" لکھنا محض نادرست ہے۔ کڈ خضر ہو سکتے ہین۔ مگر مسلمان اسکے مدعی ہین کہ "اقبال پور" اور "خضر پور" دونون مقامون کا جو ایک دوسرے کے متصل واقع ہین اشتقاق سلطنت مغلیہ کے اعلیٰ عہدہ دارون کے نام سے ہوا۔ مسلمانون کا دعویٰ قرین قیاس معلوم ہوتا ہی۔ اسلیے کہ اگر "کڈ" وجہ تسمیہ ہوتا تو قیاس تو یہی کہتا ہے کہ "کڈر پور" کے بدلے "کڈ پور" نام ہونا تھا۔

قدیم زمانہ مین مرہٹہ خندق کے اس پار چیت پور کے نواب کا محل واقع تھا جو گزشتہ صدی تک مشرقیون کے لیے ایک دلچسپ مقام رہا۔ اس وسیع عمارت کے محل اور باغ نہایت عالیشان اور مشرقی طرز پر آراستہ اور سجے تھے۔ نواب رضا خان جو اسوقت کے حکام کے ساتھ قلبی انس رکھتے تھے اکثر انھین ہمکلامی کا مدعو کیا کرتے تھے اجنبی حکام جسوقت سیرامپور۔ چنسورہ اور چندر نگر سے کلکتہ کی سیر اور معائنہ کو آتے تو انھین کے یہان فروکش ہوتے۔ بڑی گرمجوشی کے ساتھ یہان اُن کی آؤبھگت ہوتی اور یہ لوگ باشان وشوکت نواب کے خاص اردلی کے ساتھ ہاتھیون پر سوار ہوکر گورنمنٹ ہوس تک جاتے۔

شہر کے مساجد کے اندر سب سے مشہور و معروف "ناخداؤن کی مسجد" حافظ حاتم صاحب مرحوم۔ منشی بو علی مرحوم۔ مولانا حافظ جمال الدین صاحب مرحوم اور دھرم تلہ یا ٹیپو سلطان مرحوم کی مسجدین ہین۔

ناخداؤن کی مسجد اب جسجگہ واقع ہے پیشتر یہان منشی امین الدین احمد مرحوم وکیل صدر دیوانی کلکتہ کا مکان تھا۔ وکیل مرحوم نے اُس مکان کو مع زمین اور دوسری جائداد کے وقف کرکے اپنے بھانجے منشی حسن علی مرحوم کو متولی بنایا تھا۔ بعد وفات منشی امین الدین مرحوم موخرالذکر منشی صاحب نے ایک چھوٹی سی مسجد وہین تعمیر کی تھی۔ اُن کے بعد ناخداؤن نے اُنکی صبیہ شمس النسا بیگم مرحومہ سے اُس زمین اور مسجد کو لے لیا اور اُس کو وسعت دی۔ رفتہ رفتہ اُس مسجد کی رونق بڑھتی رہی یہانتک کہ اسوقت باعتبار کثرت جماعت و نظافت کلکتہ مین ایک بے مثل مسجد سمجھی جاتی ہے بجلی کی روشنی سے اس کا فروغ دوچندان ہو گیا ہو۔ عیدین اور جمعہ کی نماز کے وقت اسمین مصلیون کی ایسی کثرت ہوتی ہے کہ دیکھنے سے تعلق رکھتی ہو۔ اندنون حاجی نور محمد ذکریا اسکے متولی ہین۔

کولوٹولہ کی مسجد جو مولوی حافظ محمد حاتم صاحب مرحوم کے نام سے مشہور ہے وہ غلام علی سوداگر آلہ آبادی کی تعمیر کی ہوئی ہے۔ اندنون اسکے ماتحت عمارت کو حاجی بخش الٰہی تاجر نے خرید کر لیا ہے اور اُسے مسافرخانہ بنایا ہے۔ سنا جاتا ہے مسجد مذکور کے متولی بھی وہی ہونے والے ہین۔ حافظ محمد حاتم صاحب مرحوم روسائے سلہٹ سے تھے کلکتہ مین متاہل ہو کر سکونت اختیار کی تھی۔ عالم متقی و پرہیزگار تھے آخر ایام حیات تک مسجد مذکور کے امام رہے اسلئے لوگون مین وہ اُنھین کے نام سے مشہور ہوگئی ۱۸۹۸ء کی نوین اگست کو اپنے وطن مالوف سلہٹ مین انتقال فرمایا

منشی بو علی مرحوم کی مسجد لب قیصر اسٹریٹ منشی بازار متعلق حوالی شہر کلکتہ مین واقع ہے۔ واقف اسکے منشی بو علی مرحوم تھے پہلی متولیہ اسکی بی بی راضیہ بانو منشی صاحب موصوف کی والدہ ماجدہ اور دوسری متولیہ بی بی فاطمہ خانم اُن کی ہمشیر تھین اب

۱۹۲۲ء سے اس مسجد کے متولی جناب مولوی بدرالدین حیدرخان بہادر میونسپل کمشنر اور پریسیڈنسی کورٹ اور سیالدہ کورٹ کے آنریری مجسٹریٹ اور رئیس کلکتہ ہیں خان بہادر ممدوح نے اپنے دوران تولیت میں اس مسجد کے صحن کو سنگ مرمر سے آراستہ اور برقی روشنی سے مزین و روشن کرکے اوس کی فضا اور فروغ کو دوچندان کردیا ہے۔ جزاہ اللہ فی الدارین خیرا۔

جناب غفران مآب مولانا مولوی حافظ جمال الدین قدس سرہ العزیز مشاہیر علمائے صوبۂ بہار سے ہیں۔ مولد و منشا ان کا موضع شیخپورہ واقع ضلع مونگیر ہے تحصیل علوم عربیہ سے فارغ ہوکر عرصۂ دراز تک حضرت قدوۃ السالکین زبدۃ العارفین سید احمد رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ کی خدمت میں حاضر رہے اور بیعت و خلافت حاصل کی۔ متعدد حج کئے۔ کلکتہ آکر محلہ فوجداری بالاخانہ میں سکونت پذیر ہوئے مسجد مذکور لوئر چیت پور روڈ میں واقع ہے پہلے کھپرہ پوش تھی۔ حافظ صاحب نے بتائید مریدان و معتقدان اس کو پختہ بنایا۔ اور اس کے آس پاس کی زمین خرید کرکے اپنے اپنے اور اپنے خاندان کے رہنے کا مکان بنایا اور کرایہ دینے کو دکانیں تعمیر کیں جو اسوقت بھی موجود اور انکے خاندان کے تصرف میں ہیں۔ انکے حالات کثرت شہرت سے محتاج بیان نہیں اولیائے کامل اور علمائے عامل سے گذری ہیں۔ مولانا ممدوح کے لائق نواسے مولوی حافظ قاضی محمد عبدالحمید صاحب حمیدی نے اپنے جد بزرگوار کے انتقال پرملال کی تاریخ لکھی ہے۔ جو ذیل میں درج ہوتی ہے۔

جد من حضرت جمال الدین ۔۔۔ بود از وآب وتاب کلکتہ
از وفاتش ہین بغم گشتہ ۔۔۔ خاطر شیخ وشاب کلکتہ

ازوفورِعطا توگوئی بود | دستِ جودش سحاب کلکتہ
روز یکشنبہ ربیع دوم | بود یوم الحساب کلکتہ
بود تاریخ ہیجدہ کہ برفت | آن فضیلت مآب کلکتہ
روز فوتش زجوشِ غم بودہ | دیدنی اضطراب کلکتہ
بودہ اسش یک توجہ عالی | وجہ صد فتح باب کلکتہ
بنوشتم برائے لوحِ مزار | مرقدِ آفتاب کلکتہ ۱۳۰۳ھ

دھرم تلہ کی مسجد خاندان میسوریہ کی یادگار ہے۔ یہ مسجد فضا اور دلکشائی مین بے نظیر ہے۔ اسکی بنا مقابل میدان قلعہ ایسی دلکش جگہ مین واقع ہوئی ہے کہ اسکی رونق آج سے دونی ہوگئی ہی۔ صفائی اور وسعت اور جماعت کی کثرت بھی اس مسجد مین قابل دید ہے
دھرم تلہ اسٹریٹ کی وجہ تسمیہ بتاتے ہوئے اے کے رائے صاحب یون تحریر کرتے ہین " دھرم تلہ کی وجہ تسمیہ ایک مشہور قدیم مسجد واقع مغرب اصطبل کوک کمپنی ہی جسکی جگہ آج یہ چھوٹی مسجد واقع ہے متصل کی ساری زمین جعفر کی جو وارن ہیسٹنگس کا جمعدار تھا ملکیت تھی " غالباً مسٹر رائے کی تلاش کسی محقق تلاش پر مبنی نہین ہے۔ خاندان میسوریہ کے پس ماندے جس وقت آدی گنگا کے ساحل پر حکومت انگلشیہ کے وظیفہ خوار رہے تو اُسوقت بھی اُمور دینیات مین اپنی دریادلی کے ثبوت کے بہم پہنچانے مین جس درجہ پیش قدم رہی اُسی درجہ اُنھون نے مذہب کی خدمت کرنے مین عالی حوصلگی کا نمایان اظہار کیا۔
شہزادہ غلام محمد مرحوم نے متعدد مسجدون کی بناڈالی جنمین دھرم تلہ کی مسجد بھی ایک تھی جسقدر عالیشان اور وسیع یہ مسجد تعمیر ہوئی قیاس کسی طرح تسلیم نہین کرتا کہ اس سے بھی زیادہ وسیع مسجد بنانیکی ضرورت اُسوقت کیونکر ہوگی اور سپلانیڈ جنگل اور ولدل سے بھری تھی وارن ہیسٹنگس کے ایک جمعدار نے محسوس کی

ہوگی۔ مسٹر رائے کی عبارت کو مین سر بسر غلط نہین کہتا برخلاف اس کے واقعات
سے وہ ملتی ہوئی ہے مگر جس قدیم مسجد کیطرف اُن کا اشارہ ہے۔ وہ موجودہ وہرم تلہ کی
مسجد کی جگہ واقع نہ تھی۔ بلکہ اس کے بہت ہی قریب اُسی ہنٹنگ اسٹریٹ (موجودہ
وہرم تلہ کی مسجد سے اسکی ابتدا ہوتی ہے) کے مشرق مین مع ایک امام باڑہ کے واقع
تھی اور اسوقت تک قایم ہے اور اُسکے متولی وارن ہیٹنگس کے جعفر جمعدار نہ تھے
بلکہ مرشد آباد کے نواب مبارک الدولہ کے مصاحب جعفر چوبدار تھے۔

اگلے بزرگون کی روایتین "جعفر چوبدار" کے امام باڑہ کے متعلق چند تاریخی
واقعات سے اسدرجہ مطابقت رکھتی ہین کہ اُنپر اعتماد کرتے ہوئے چندان تامل
نہین ہوتا۔ گو تاریخ براہ راست اس امام باڑہ اور مسجد کا کوئی ذکر نہین کرتی مگر پھر بھی چند
عبارات اُس کے مضمون کے مختلف مقامات پر ایسے نظر آتے ہین جو قدیم حکایات پر
کچھ دور تک صداقت کی روشنی ڈالتے ہین قبل اسکے کہ تاریخی مذکورات درج کیے
جائین مناسب معلوم ہوتا ہے کہ شنیدہ بیانات پیش ناظرین ہون اور اس کا فیصلہ خود اُنھین پر
چھوڑ دیا جائے کہ قدیم حکایات بتائید تاریخی بیانات کس حد تک قابل تسلیم ہوسکتے ہین۔

حکایات قدیم یون ناقل ہین کہ مرشد آباد کے فیاض رحم دل اور عالی حوصلہ
نواب مبارک الدولہ جسوقت کلکتہ کی سیر کو آئے تو یہان کی فضا اور دلچسپی اُنھین کچھ
ایسی بھاگئی کہ چندے یہان مقیم رہے اثنائے قیام مین ایک عالیشان امام باڑہ کی
مع ایک مسجد کے بنا ڈالی اور وطن مالوف کو واپس جاتے وقت اپنے ایک باوفا مصاحب
کو اُسکی خدمت گزاری اور وفاداری کے صلے مین امام باڑہ اور مسجد مذکور کا متولی اور
متصل کی زمینون کا مالک بنا کر رخصت ہوئے۔ جب سے یہ امام باڑہ "امام باڑہ جعفر چوبدار"

کے نام سے مشہور ہے۔

مرقومہ بالا زبان زد بیانات ہین مگروہ تاریخی بیانات جنکی طرف میرا اشارہ ہے ایک کتاب موسومہ " مرشد آباد سند " مین مندرج ہے۔ اُس کا جامع نواب مبارک الدولہ کی سوانحمری لکہتے ہوئے یون تحریر کرتا ہے :-

" مبارک الدولہ ببّو بیگم کے بطن سے میر جعفر کا بیٹا تھا۔ بارہ برس کی عمر مین یہ نواب ہوا ہسٹینگس نے نواب کی حقیقی والدہ کے بقید حیات رہنے کے ساتہہ بھی اُسکی سوتیلی مان منّی بیگم کو ولیعہد کیا حقیقی والدہ کو ولایت سے محروم رکہنے کا باعث کبھی تشفی بخش طور پر بیان نہین کیا گیا۔ سنہ ۱۷۸۶ء مین مبارک الدولہ نے کلکتہ کے معاینہ کی خواہش ظاہر کی اور گورنر جنرل نے فوراً زمینداروں پر نذرین پیش کرنیکا حکم جاری کیا۔ مگر فطرتی رحم دل ہونے کی وجہ سے نواب نے انکار کیا × ۰ × ۰ × ۰ × ۰ × ۰ × ۰ × انگریز اور نواب بنگالہ مین اخیر عہدنامہ مبارک الدولہ ہی کے وقت مین ہوا × ۰ × ۰ × ۰ × ۰ × سنہ ۱۷۹۰ء مین شاہ عالم بادشاہ کی بیگم نے لارڈ کارنوالس کو لکہا کہ کسی طرح ترغیب دے کر مبارک الدولہ کو اپنی بیٹی کو اُنکے بیٹے کے عقد مین دینے پر راضی کرین۔ باوجود ایک گورنر جنرل کی سفارش کے بھی نواب مبارک الدولہ نے ایک ایسے شخص کے ساتھ اپنی لخت جگر کی قسمت کو وابستہ کرنے سے انکار کردیا جو ہرچند شاہی نسل سے تھا تاہم نہ تھا۔ سنہ ۱۷۹۳ء مین نواب مبارک الدولہ نے قضا کی "

نواب مبارک الدولہ کی سوانحمری سے جسقدر ظاہر ہوتا ہے وہ صرف اسیقدر ہے کہ یہ نہایت فیاض اور رحمدل تھے۔ نذرین قبول کرنے سے انکار کردینا ظاہر کرتا ہے کہ طمع زر انھین مطلق نہ تھا۔ یہ بھی عیان ہے کہ کلکتہ مین یہ آئے مگر اس کا پتہ کہین بھی

نہین کہ امام باڑہ اور مسجد کی بنا ڈالی۔ مگر مذہبی عقائد مین بے نظیر اور شیعہ متعصب ہونے سے قیاساً قدیم حکایات کی تصدیق کیجا سکتی ہے کہ اثنا سے قیام مین ایک عالیشان امام باڑہ مع ایک مسجد کے تیار کیا ہوگا۔

مبارک الدولہ کی سوانحمری سے اس کا پتہ نہین چلتا کہ اُنھون نے وفادار مصاحب جعفر کو کسی ملکیت کا وارث یا موقوفہ جایداد کا متولی بنایا۔ تاہم اُن کے پوتے کی سوانحمری سے ظاہر ہے کہ اُنھون نے بیشک چند وفادارون کے حق مین ایسا کیا ہے گو دونون کی سوانحمری امام باڑہ اور مسجد مذکور کے ذکر سے مبرا ہے۔ مبارک الدولہ کی زندگی کے حالات لکھنے کے بعد وہی سوانح نگار اُنکے بیٹے اور پوتے کے واقعات زندگی یون رقم کرتا ہے "بابر علی دلیر جنگ نے اپنے والد مبارک الدولہ کی وفات کے بعد مرشد آباد کی کرسی نظامت کو زیب دیا اور اُن کے بعد زین الدین علی خان عرف عالیجاہ مرحوم نواب کا بڑا بیٹا مسند نشین ہوا۔ اُسوقت کے گورنر جنرل لارڈ منٹو نے تہنیت و مبارکباد اور اظہار محبت و تیقن آمیز امداد دوستانہ کے خطوط بھیجے۔ سولہ لاکھ روپے کا وظیفہ مقرر ہوا۔ عالیجاہ کی صحت اچھی نہ تھی تبدیل آب و ہوا کے لئے مونگیر گئے پھیر فرح باغ مین لب دریا آٹھ دن مقیم رہے۔ اُس کے بعد کلکتہ آنے کی اجازت مانگی۔ گورنر جنرل کے ایجنٹ مسٹر رسل اور ڈاکٹر اسمتھ سول سرجن ان کی عیادت کو آئے مسٹر رسل نے گورنر جنرل کی اُس چٹھی کو پیش کیا جسمین مطلوبہ اجازت دی گئی تھی۔ ×۰ ×۰ ×۰ ×۰ ۱۸۲۱ء کی جولائی کو فرودگاہ مذکور سے عالیجاہ روانہ ہوئے اور شب کے وقت امین گنج پہونچے۔ چوتھی اگست کو رب العلمین سے بہ خشوع و خضوع اپنے گناہون کی معافی کی التجا کی اور اُن خواصون کو جو تیمارداری مین مشغول تھین،،

ہدایت کی کہ وہی اُنھیں غسل میت دیں اور کربلا کی چادر میں کفنا کر دفن کریں۔ اس کے بعد کربلائے معلی کی خاک تناول کی ×۰×۰×۰×۰×۰× چھٹی اگست کی صبح جسکو مسٹر رسل اور راجہ اودونت سنگھ عنقریب دنیا سے سفر کرنے والے نواب کے بالین پر کھڑے تھے۔ اسوقت نواب نے اپنے چھوٹے بھائی والاجاہ کو بلوا بھیجا جو فوراً پہنچکر قدموں پر گرا اور پھوٹ کر رویا۔ بھائی کی پشت پر ہاتھ رکھکر دنیا سے کوچ کرنے والے نواب نے اُس کی اگلی خطائیں بخشدیں۔ شام کے سات بجے بستر مرگ پر نواب نے چند ملازموں اور متوسلوں کے موافق اور بعضوں کے مخالف وصیت کرنے کے بعد قضا کی۔ اِنّا لِلّٰہِ وَاِنّا اِلَیہِ رَاجِعُون۔

ان دو نوابوں کی سوانح عمری سے چند ایسی باتیں ظاہر ہوتی ہیں جن سے قدیم حکایات پر اگر بھروسہ کیا جائے تو بے جا نہوگا۔ نواب مبارک الدولہ کا کلکتہ آنا اور مذہب شیعی سے غیر معمولی دلچسپی رکھنی قیاساً امام باڑہ کی تعمیر کا باعث ہوسکتی ہے اور چند متوسلوں کے حق وفاداری کے صلے میں اُن کے پوتے کی وصیت سے جعفر کے امام باڑہ اور مسجد کا متولی بننا بھی محتمل اور قرین قیاس ہے۔ ناظرین کو یاد رہے کہ صرف قدیم حکایات کی بنا پر ان نوابوں کی سوانح عمری کے ایسے ایسے مقامات جامع السطور نے پیش کیے ہیں جو بظاہر اُن کی تائید کرتے ہیں۔ ہر تقدیر میں چاہے امام باڑہ مذکور کو نواب مبارک الدولہ نے تعمیر کیا چاہے جعفر نے اپنے جیب خاص سے بنایا ہو (جیسا بعض اشخاص کا قول ہے) چاہے عالیجاہ نے اسکی تولیت جعفر کے سپرد کی چاہے وہ حقیقی متولی تھا۔ مگر اس میں کلام نہیں کہ یہ وارن ہیسٹنگس کے عہد حکومت میں تیار ہوا جس وجہ سے اے۔ کے۔ رائے نے واقعات کی ترتیب دینے میں سخت

دھوکا کھایا۔ اور چونکہ مبارک الدولہ کے کلکتہ مین وارد ہونیکا زمانہ ہیسٹنگس کے عہد حکومت سے ملتا ہوا ہی۔ لہذا اُس قیاس کا اعادہ کرنا بیجا نہوگا کہ مسٹر رائے نے نواب کے سفاجنب جعفر چوبدار کی مسجد کیطرف جعفر جمعدار کے نام کے ساتھ اشارہ کر دیا۔ اسلئے کہ جعفر جمعدار کی مسجد ایسی عالیشان نہتی جیسا مسٹر رائے سمجھتے ہین حکایات قدیم اُس کی نسبت مختلف ہین۔ بعضون کے بیان کے بموجب مسجد کوک کمپنی کے اصطبل کے احاطہ مین علی آئی ہی اور بعضون کے بیان کے بموجب اُس چھوٹی سی مسجد کو توڑکر شہزادہ غلام محمد نے موجودہ عالیشان مسجد تعمیر کی۔ مگر اس مین کلام نہین کہ کلکتہ مین دو مشہور جعفر گزرے ہین۔ ایک تو وارن ہیسٹنگس کا جمعدار اور دوسرا نواب مبارک الدولہ کا چوبدار۔ سبوق الذکر کے نام سے کڑایہ کی طرف ایک محلہ معروف ہے اور موخر الذکر کے نام سے چاندنی بازار کے قریب ایک پوری بستی مشہور ہے۔

قدیم حکایات کے بموجب " امام باڑہ جعفر چوبدار " کے متعلق زمین موجودہ دھرم تلہ کی مسجد اور کوک کمپنی کے اصطبل تک پہنچی ہوئی تھی۔ وارث بگان لین کی وجہ تسمیہ اسی جعفر کی اولادون مین سے محمد وارث کا نام بتایا جاتا ہی۔ امام باڑہ لین اور امام باغ لین کی وجہ تسمیہ بھی یہی امام باڑہ ہے۔ کہا جاتا ہے کہ اس امام باڑہ کے ساتھ جو باغ تھا وہ اُس قدیم زمانہ مین موجودہ ویلنگٹن اسکوائر تک پھیلا ہوا تھا۔ مگر بعض اس کے مدعی ہین کہ امام باغ لین کی وجہ تسمیہ امام بخش کا نام ہے جو جعفر کے خاندان کا ایک شخص تھا۔ اس سڑک کا نام اب پرنسپ اسٹریٹ ہوگیا ہے۔ کلکتہ کے اکثر روسا کی نسلین جعفر کے خاندان سے ملتی ہوئی ہین۔ مولوی ابو المعانی محمد عبد الرؤف مرحوم وحید مؤلف تاریخ کلکتہ کو بھی جن کا نام کئی بار سلسلہ مطالعہ کتاب ہذا مین ناظرین

کے پیش نظر ہوچکا اس خاندان سے تعلق ہے۔ جمیع افراد کے ناموں کو جدا جدا بتاکر ہر فرد کے تعلقات اس قدیم خاندان سے ظاہر کئے جاسکتے ہین مگر اس کی ضرورت نہین۔ صرف اسیقدر کافی ہے کہ اسوقت جو شخص اُس قدیم یادگار کا متولی ہے وہ ہمارا ایک مخلص دوست ہے۔

قدیم حکایات کے بموجب اس خاندان کے متولی ایک یا دو نسل تک صاحب اولاد ہونیکے بعد لاولد ہوتے گئے۔ پیشتر اس مسجد کے متولی حاجی نوراللہ مرحوم تھے زمانۂ موجودہ کے اکثر بزرگون نے اُن کی صورت دیکھی ہے اور اُن کی خوش خلقی اور فیاضی کے معترف بھی ہین۔ حاجی صاحب مرحوم بھی لاولد تھے۔ ایک شخص کو متبنی کرلیا تھا اور اپنی ملکیتِ خاص سے حصہ دینے کے علاوہ کہا جاتا ہے کہ جائداد موقوفہ کے کچھہ حصہ پر بھی اُس کو قابض اور متصرف کردیا تھا۔ مگر اس کام کے کرتے وقت اُنھون نے البتہ اسقدر خوفِ خدا مدنظر رکھا کہ ایک اور مسجد تعمیر کرکے مسجد وامام باڑۂ متذکرۂ بالا کی کچھہ موقوفہ جائداد نکالکر نوتعمیر شدہ مسجد مین وقف کردی اور یون اپنے متبنے کو اُس کا متولی بنایا۔ گو ایک طرف مسجد کی جائداد مین کمی واقع ہوئی۔ مگر دوسری طرف ایک مسجد کا اضافہ ہوگیا۔ انھون نے متبنی کو تعمیر شدہ مسجد کی تولیت دی اور اپنے بھتیجے مولوی عبدالعلی مرحوم کو آبائی جائداد کا مالک اور قدیم مسجد کا متولی بنایا اور سنہ گذشتہ کے وسط مین دُنیا سے رحلت کی۔ مولوی صاحب مرحوم اپنے والد بزرگوار مولوی اسد علی مرحوم کی طرح علوم عربیہ وزبان فارسی مین بڑے قابل تھے اور خوش قسمتی سے صاحب اولاد نکلے۔ مگر افسوس دُنیا سے ایسے وقت اُٹھائے گئے کہ آیندہ متولی طفل شیرخوار تھا۔ اس بچہ کے سن رُشد وتمیز مین

پہنچنے تک مولوی صاحب مرحوم کی زوجہ محترمہ اسکی ولیہ رہین اوراب تقریبًا تین سال سے نوجوان صلب نے تولیت اپنے ہاتھ مین لے لی ہے۔ گزشتہ سال ہائیکورٹ کلکتہ مین کسی نے وقف کی جائداد کو ترکہ ثابت کرنے کے لئے مقدمہ دائر کیا۔ مگر دوراندیش اگلے متولیون نے ایسے ایسے کاغذات کچہریون مین رکھ چھوڑے تھے کہ نوجوان متولی نے بہت کچھہ جستجو وتلاش کے بعد اُن بے نشان کاغذات کو نکال لیا۔ مشیت ایزدی وقف کو ترکہ بتانے کی خلاف رہی۔ آنریبل جسٹس باڈالی نے کاغذات وقف ملاحظہ کرتے ہی مقدمہ کو حسب منشا واقف فیصلہ کردیا۔ مسجد مذکور کے نوجوان متولی اس مقدمہ سے زیر بار اخراجات تو بہت ہوئے۔ مگر ایک خیر جاری یعنے وقف کے قایم رہنے سے اُن کو اور اہل اسلام کو غایت درجہ کی مسرت حاصل ہوئی۔ کیا ناظرین اس کے بتانے کی ضرورت باقی رہ گئی ہے کہ یہی نوجوان مین ہمارے ممدوح دست

عبد القوی

بدر الزمان عفی عنہ
مسجد باڑی نمبر ۴۲
مولوی اسمعیل اسٹریٹ کلکتہ

نتیجہ طبع وقاد سخن سنج معنی ایجاد جناب مولانا مولوی حافظ محمد عبد الحمید صاحب حمید۔ محمڈن میرج رجسٹرار و پروفیسر عربی و فارسی ڈوٹن کالج کلکتہ

نسخۂ بیمثال کرد رقم — کلک بدر الزمان کلکتہ

ناظم خوش بیان بنگالہ — ناثر نوجوان کلکتہ

جان ہما نادمید از دم خویش — در تن مردگان کلکتہ

نام اسلاف صالحان دین — زندہ کرد از بیان کلکتہ

ذکر اسلامیان دین گستر — کرد صد چند شان کلکتہ

ہدیہ کردش بنام بانو راس — راس اہل الزمان کلکتہ

ڈاکٹر راس باغبان ہنر — بانوش گلستان کلکتہ

ڈاکٹر راس اہل علم نواز — بانوش قدردان کلکتہ

از فیوض سحاب ہمت شان — تازہ شد بوستان کلکتہ

باغ چشم خرد ازین زو حسن — شاد شد ہم بیان کلکتہ

تا بود درسگاہ علم و کمال — باعث عز و شان کلکتہ

متمتع ز علم و فن باشند — این دو روح و روان کلکتہ

شدہ زان نسخہ زندہ جاوید — نام اسلامیان کلکتہ

مصرع سال آن بگفت حمید — فیض ساطع نشان کلکتہ

سنہ ۱۹۰۶ع

سر اعدا بریدہ باز بخواند — نقش اشرف نشان کلکتہ

سنہ ۱۹۰۶ع

عام ہجری نگاشت باز قلم — مفرح دوستان کلکتہ

سنہ ۱۳۲۴ھ

صحتنامہ تاریخ کلکتہ

صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۳	۹	نزاس	نیزاس	۱۸	۸	دیکھا	دیکھے
۴	۱۸	رائے	راے	۲۰	۳	پھول پل	پھول پھل
۵	۴	یاڈری	پادری	۲۲	۱۲	لنکاسٹر	لنکاسٹرنے
۵	۱۳	ایا	آیا	۲۳	۴	بندبست	بندوبست
"	۱۷	کرتی تھین	کرتے تھے	"	۶	مذکورہ	مذکور
"	۱۸	ایلزبتھ	ایلزبیتھ	"	۱۲	کوڑٹ	کورٹ
۶	۵	نکالی	نکالنی	۲۴	۱۰	مصالحہ	مصالح
۷	۶	مذکورہ	مذکور	"	۱۷	کردیا	کردیے
۷	۱۲	سہسہ	سہ سہ کر	"	۱۸	اسے	اُسنے
"	۱۶	کرلیا	کرلئے	۲۵	۹	کول تھرسٹ	کول تہرسٹ
۸	۱۸	جہاندیہ	جہاندیدہ	"	۱۴	کوڑٹ	کورٹ
۹	۱۹	کرتے	کرتی	"	۱۸	زرہ	ذرا
۱۰	۱۱	عجوبہ	اعجوبہ	۲۷	۴	ور	اور
۱۲	۱۵	و	اور	"	۱۲	کرلی	کرلے
۱۵	۸	چوڑی	چوری	"	۱۵	ساتھ ہی سات	ساتھ ہی ساتھ
"	۱۴	ہوشحواس	ہوش حواس	۲۸	۱۵	اسباب ملاح	اسباب و ملاح
۱۶	۹	اصلوبی	اسلوبی	۳۰	۳	پڑھاکر	بڑھاکر
۱۷	۱۵	ملاذمت	ملازمت	"	۱۶	زاید کی	زاید کی رقم

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۳۰	۱۶	اور ایک	اور ایک قصبہ کا
״	۱۷	دیا جائیگا	دی جائیگی
״	״	ہاکنس نے	ہاکنس
۳۱	۱	مراسم	مراحم
״	۱۰	کالمبو	کلمبو
۳۲	۱۵	کی	کے
״	۱۹	بڑے	بڑی
۳۳	۱	کے	کی
״	۱۵	روائے	رواے
״	۱۸	اصل	حاصل
۳۵	۱	تبالہ	تبادلہ
״	۸	پیچونگا	پہنچینگے
״	۹	اکر	آکر
״	۱۰	پیشتر	پیشتر
״	۱۴	اشیائے	اشیاے
۳۶	۶	کی	کے
۳۷	۴	دانوارسک	دانوارسک نے
״	۱۳	رصد	بصد
۳۸	۱۴	کر سکتے ہین	کر سکتا ہے
۳۹	۱۶	ہوئے	ہوئی

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۴۰	۷	کے	کی
״	۸	״	״
״	۹	کا	کے
۴۱	۱۶	منطوری	منظوری
۴۲	۴	باالکل	بالکل
״	۱۰	کرنیکی	کرنے کا
۴۳	۲	انھون نے	وہ
״	״	لایا ہو	لاے ہون
״	۹	قومون	قومون کے
״	۱۲	نام کا ایک	نام ایک
״	۱۳	ہوتا تھا	ہوتی تھی
۴۴	۱۹	دیگرے	دگرے
۴۵	״	زرہ	ذرہ
۴۶	۵	سوداگراون سے	سوداگرون نے
״	۶	زری زری	ذرا ذراسی
״	۱۲	کھنیچکر	کھینچکر
۴۷	۵	فیصلہ کرڈالا ہو اسکے	فیصلہ ادا اسکے
״	۱۳	بھی	کچھ
״	۱۵	ہار	بار
״	۱۷	پرواہی	پروائی

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۴۸	۴	سانحہ	سانحۂ
"	۹	برائے	براے
۴۹	۴	آرٹھہ سوت	آرٹھہ سورت
"	۱۰	آرٹھم	آرٹھہ قائم
"	۱۲	قلع	قلعہ
۵۰	۶	چھاپا	چاپا
"	۸	بھی	ھی
"	۱۰	بھرلیا	بھرلی
"	۱۶	کیا سکتا	کیا جاسکتا
"	۱۹	بالاسر	بالیسر
۵۱	۱	آرٹھنن	آرٹھتین
"	۲	چندن نگر	چندرنگر
"	۱۰	کہا	کیا
"	۱۴	سنہ ۱۹۸۱ع	سنہ ۱۶۸۱ع
"	"	حاجس	ھاجس
"	"	آرٹھین	آرٹھتین
۵۲	۹	کردی	کردیا
۵۳	۵	کا	کی
"	۱۱	آنکلا	آنکلے
"	۱۷	چارنگ	چارنک

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۵۵	۱	سفلہ	سفیہانہ
"	۱۳	مورخ	مورخین
"	۱۹	اسر	ایسا
۵۶	۳	انگار	انکار
"	۱۰	ہوتے	ہوتی
"	۱۵	ہردوواقع	ہردونوں واقعہ
۵۷	۱۸	موقعہ	موقع
۵۸	۵	دیہات	دیہات
"	۸	ہوتے	ہوتی
"	۱۹	زرہ	ذرا
"	"	اشہپ	اشہب
۵۹	۱	چندن نگر	چندرنگر
۶۰	۳	خاک وخون	خاک و خون میں
"	۶	قلع	قلعہ
"	۱۶	مرشد قلی خان	مرشد قلی خان نے
۶۱	۳	تقرری	تقرر
۶۲	۱۰	مشکوک	مسکوک
"	۱۷	محروم ہے	محروم ہے
۷۲	۱۹	زبان	زبان و
۸۲	۱۰	ایکٹر	ایکر

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۸۲	۱۴	پھوس اور	بھوس کے
۸۳	۱۹	عمارات ہائی کورٹ	عمارت ہائی کورٹ
۸۵	۳	دربہ	درجہ
۸۶	۱۲	دوتن	دفتن
۸۷	۷	اورسخوش خلق	اورخوش خلق
۸۷	۱۸	سفر	صفر
؍	۲۱	۱۳۳۳ھ	۱۹۰۵ع
۹۰	۹	ذکریا	زکریا
۹۱	۱۳	اپنے اپنے	اپنے
۹۸	۱۵	اوذ	اور

خاتمة الطبع

الحمد للہ والمنة کہ تاریخ کلکتہ مصنفہ مولوی بدرالزمان صاحب سابق اسسٹنٹ ماسٹر جوبلی انسٹیٹیوشن متوطن کلکتہ بتاریخ ۲۹ جولائی سنہ ۱۹۰۶ع بار اول پانسو جلد احقر قاضی ابو المظفر مولا بخش ضولن کے رضوانی پریس نمبرہ ۵۔ امام باڑی لین (قصائی ٹولہ) کلکتہ مین چھپا

A SHORT HISTORY OF CALCUTTA,

Including an Account of the Early English Voyages and Settlements in India,

MAULAVI BADRUZZAMAN,

Formerly Assistant Master,

M. L. Jubilee Institution, Calcutta.

1906.

THE IMPERIAL PRESS,

23, FREE SCHOOL STREET, CALCUTTA.